بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ

ہفت روزہ خدام الدین

لاہور
پاکستان

امن
اسلام کا انقلابی پیغام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا
عبید اللہ انور
کی عالمی امن کانفرنس صوفیہ (بلغاریہ)
میں تاریخی تقریر
صفحہ ۷ پر

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر
شیخ الحدیث مفکر اسلام
مولانا مفتی محمود

اشاعتِ خاص
۸۰ پیسے

دشمنانِ دین و ملت نے کیا اس کو شہید
وہ بلوچستان میں — مینارِ پاکستان تھا

● آزاد شیرازی

۱۹
۴۳

مولانا شمس الدین شہیدؒ نے فرمایا

آج بلوچستان میں بھی وہی حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں جو یحییٰ خان کے دور میں مشرقی پاکستان میں پیدا کئے گئے تھے۔ عوام کچھ کہتے ہیں اور حکمران کچھ کرتے ہیں —— عوام اپنے حقوق مانگتے ہیں، انہیں گولیوں سے جواب دیا جاتا ہے۔ وہ جینے کا حق مانگتے ہیں تو ان کی ناکہ بندی کر کے پانی تک محروم کر دیا جاتا ہے —— کتنے ہی بوڑھے ضعیف مرد اور عورتیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھوک و پیاس کی تاب نہ لا کر تڑپ تڑپ کر اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے —— ان کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے گذشتہ الیکشن میں پیپلز پارٹی کو نہیں اپنے پسند کے نمائندوں کو منتخب کیا ہے

بلوچستان کے عوام غریب اور پسماندہ ضرور ہیں۔ لیکن وہ سچے اور کھرے مسلمان ہیں —— فوج سے گولیاں چلوا کر ہمارے دلوں سے پاکستان کی محبت چھینی نہیں جا سکتی ——

۱۹، اکتوبر ۱۹۷۲ء جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ
لاہور میں تقریر

۲۸ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ
۲۲ مارچ ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین

جلد نمبر ۱۹
شمارہ نمبر ۴۳

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ کلام

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔ (مسلم)

نماز کے بعد استغفار اور دعا

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" قِیْلَ لِلْاَوْزَاعِیِّ وَھُوَ اَحَدُ رُوَاۃِ الْحَدِیْثِ، کَیْفَ الْاِسْتِغْفَارُ، قَالَ یَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور پھر یہ کلمات کہتے اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام۔ امام اوزاعی سے دریافت کیا گیا اور وہ اس حدیث کے روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں کہ استغفار کس طرح تھا، اوزاعی نے کہا کہ آپ فرماتے تھے، استغفر اللہ، استغفر اللہ (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

نماز کے بعد دعا

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ: اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ: وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ متفق علیہ

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ یعنی اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت اور تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! نہیں ہے کوئی مانع اس چیز کا جو تو نے دی اور نہیں کوئی دینے والا اس چیز کو جس کو تو نے روکے رکھا اور دولتمند کو تیرے عذاب سے۔ اس کی دولتمندی فائدہ نہیں دیتی۔ (بخاری ومسلم)

نماز کے بعد اذکار

عَنْ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَبَّحَ اللّٰہَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ، وَکَبَّرَ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَۃِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمد للہ ۳۳ مرتبہ، اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور سو کے عدد کو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر، یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہی اور تمام تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) پڑھے اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

نماز کے بعد اذکار

عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ اَوْ فَاعِلُھُنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ تَسْبِیْحَۃً وَّثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ تَحْمِیْدَۃً وَّاَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ تَکْبِیْرَۃً" (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ چند پیچھے آنے والے کلمات (ایسے ہیں کہ جن کا کہنے والا یا (یہ فرمایا کہ) کرنے والا نامراد نہیں ہوتا ــــ وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے۔

نماز کے بعد دعا

عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِہٖ، وَقَالَ: "یَا مُعَاذُ! وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ" فَقَالَ اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ" رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا۔ کہ اے معاذ! خدا کی قسم میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کلمات کو ہر نماز کے بعد کبھی ترک نہ کرنا (ترجمہ) اے اللہ! تو اپنے ذکر اور شکر اور اپنی بہترین عبادت میں میری مدد فرما۔ ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

مرکز مہر ووفا

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

فون
۶۷۵۳۵

خدام الدین

۲۸ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ
۲۲ مارچ ۱۹۷۴ء

جلد ۱۹ شمارہ ۳۴

مندرجات

- مولانا شمس الدین شہیدؒ نے فرمایا
- احادیث الرسولؐ
- اداریہ
- جذبات غم ۔ حامی مظلوم شہید (نظم)
- خطبہ جمعہ
- عالمی امن کانفرنس منعقدہ بلغاریہ میں جانشین شیخ التفسیر مدظلہ کی تاریخی تقریر
- مطبوعات جدیدہ
- خیر و برکت کے زرّیں اصول
- بچوں کا صفحہ ۔ حضرت عزیر علیہ السلام
- غور و فکر

اور دوسرے مضامین

*

بدل اشتراک

سالانہ ——— ۲۳/- روپے
ششماہی ——— ۱۲/- روپے
سہ ماہی ——— ۶/- روپے

چیف ایڈیٹر
●
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبیداللہ انور

خدایا یہ موت سب کو دے ....

جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کے جواں سال سربراہ اور صوبائی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر ۱۳ مارچ کی شام کوئٹہ سے ۱۲۷ میل دور ملگئی کے مقام پر شہید کر دیئے گئے

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

مولانا شمس الدین کی مظلومانہ شہادت کی خبر سنکر مجھے بے حد صدمہ ہوا ہے، وہ اسلام اور پاکستان کی متاع عظیم تھے۔ ان کی لڑائی پاکستان اور اسلام کے دشمنوں سے تھی، وہ سچے مومن تھے۔ انہوں نے آخر دم تک مصلحتوں سے سمجھوتہ نہیں کیا اور حق پر قائم رہے۔ انہیں حضور ختم المرسلین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے بے پناہ عشق تھا اور بلوچستان میں دشمنانِ ختم نبوت کی تمام سازشیں انہوں نے ناکام بنا دیں تھیں۔ قوم ملک، جماعت اور اسلام کی خدمت کرتے ہوئے وہ شہید کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو اسلام کی سربلندی اور پاکستان کی بقا کا ذریعہ بنائے۔ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور بلوچستان جمعیۃ کے تمام ارکان اور مرحوم کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل دے ——— آمین ثم آمین

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور

مولانا شمس الدین شہیدؒ

- ○ ——— جو عمر بھر باطل کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔
- ○ ——— جنہیں اقتدار کا لالچ اہل حق سے جدا نہ کر سکا۔
- ○ ——— جنہوں نے تحریف قرآن کی قادیانی سازش ناکام بنا دی۔
- ○ ——— جو بلوچستان میں اتحاد پاکستان کی علامت تھے۔
- ○ ——— جنہیں اسلام اور اپنے عوام کے لئے مظالم سہنا پڑے۔
- ○ ——— جنہوں نے تا دم آخر دین کی آن پر آنچ نہ آنے دی۔
- ○ ——— جس کے عزم کے سامنے دنیا پرستوں اور دین فروشوں کی ایک نہ چل سکی

وہ تادم زیست شاہ لولاکؐ کی ختم المرسلینی کے تحفظ کی خاطر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کیطرح لڑتا رہا۔
وہ بلوچستان کے مظلوم، غریب پسماندہ اور اسلام کی عزت پر کٹ مرنے والے مسلمانوں کی آواز تھا۔

● پیکر خلوص ● مجسمہ صدق و وفا ● مجاہد ● حق گو ● عابد ● زاہد ● سیاستدان ● اور عالم دین

مولانا شمس الدینؒ تو گولیوں کا نشانہ بن گئے

بلوچستان! اب ترے زخموں پہ مرہم کون رکھے گا؟

"حامیٔ مظلوم شہید" = ۱۳۹۴ ہجری
۵۹ + ۱۰۱۶ + ۳۱۹ =

"حامیٔ بلوچستان شمس الدین شہید" = ۱۳۹۴ ہجری
۵۹ + ۵۵۲ + ۴۶۴ + ۳۱۹ =

شمسِ دیں، شمسِ وطن، شمسِ بلوچستان تھا
خادمِ اسلام تھا — ہمدردِ پاکستان تھا
شیخ تھا، سیّد تھا، مرزا تھا نہ وہ افغان تھا
وہ مسلمان تھا فقط اور صاحبِ عرفان تھا
میں نے دیکھا تھا گذشتہ سال اُسے لاہور میں
اُس کا چہرہ عکسِ سُنّت، صورت قرآن تھا
شوق تھا عہدِ جوانی میں شہادت کا اُسے
جنّتی تھا اُس کے سر پر سایۂ رحمان تھا
وہ کسی جھوٹے نبی کو مان سکتا ہی نہ تھا
اُس کے دل میں مصطفٰے کا عشق تھا، ایمان تھا
دشمنانِ دین و ملّت نے کیا اُس کو شہید
وہ بلوچستان میں — مینارِ پاکستان تھا
کوئی کافر اُس کو سر کرلے، یہ ممکن ہی نہ تھا
اُس کے دم سے قلعۂ اسلام سنڈیمان تھا
فورٹ سنڈیمان! تیری خاک کو میرا سلام
جس کے آغوشِ محبت میں پلا طوفان تھا
جس شقی القلب نے اُس کو کیا آزاد، قتل
وہ یقیناً پیرو دجّال تھا، شیطان تھا

۱۴، مارچ ۷۴ء

آزاد شیرازی

مدیر "تذکرہ" لاہور

خطبۂ جمعہ

۸ر مارچ ۱۹۷۴ء

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط

انسانوں پر انسانوں کی خدائی اسلام نے بزور شمشیر ختم کر دی

سارے انسان اللہ کی مخلوق ہیں، کسی کو حق نہیں کہ وہ دوسروں کو اپنا غلام بنالے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور کا ایمان افروز خطاب

مرتب
عبد الرشید انصاری

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (الحجرات - آیت ۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

معاشی، اخلاقی اور نظم و ضبط کی بیشمار برائیاں حرام دولت کی پیداوار ہیں

"اسلام" اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے۔ وہ اللہ جو رب العٰلمین تمام جہانوں کا پروردگار اور تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ ساری کائنات اسی اکیلے نے بنائی ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ ہم سب اس کی مخلوق ہیں اسی کی کائنات میں رہتے ہیں۔ دن رات اسی کی عطا فرمائی ہوئی نعمتیں استعمال کرتے اور اسی کی اجازت اور فضل و احسان سے زندگی گزار رہے ہیں۔

ہم سب کا خالق اللہ ہے۔ ہماری ہر چیز کائنات کی ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالٰے ہے ؎

در حقیقت مالک ہر شے خدا است

چند روزہ زندگی میں کائنات کی کچھ نعمتیں اس لیے ہمارے سپرد کر دی گئی ہیں تاکہ ہم ان سے اللہ تعالٰے کے حکموں کے مطابق متمتع ہوں اور استفادہ کریں اپنی من مانی نہ کریں اور امانت میں خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔ جو چیز اپنی نہ ہو کسی کی ہو اور اس کا مالک کسی بھی وقت اسے واپس لے سکتا ہو۔ چند گھڑیاں اس کے اپنے پاس اور اپنے اختیار میں ہونے پر غرور کرنا، اپنے کو دوسروں سے برتر و اعلیٰ جاننا اور اپنے ہی دوسرے بھائیوں کو بنظر حقارت دیکھنا شیطان کا بہت بڑا دھوکہ اور پرلے درجے کی حماقت ہے۔ حسب و نسب، جاہ و اقتدار، مال و دولت، عہدہ اور سلطنت کچھ بھی باعث تفاخر نہیں۔ یہ چیزیں انسان کی عنداللہ مقبولیت اور نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتیں۔ پھر ان کے بل بوتے پر دوسروں کو حقیر جاننا اور ان پر اپنا تسلط قائم کرنا کیونکر روا ہو سکتا ہے؟

انسانوں پر انسانوں کی خدائی کو اسلام نے ختم کیا ہے۔ اسلام کسی فرد اور کسی جماعت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ خاندانی شرافت، سرمایہ اور دولت یا قوت و طاقت کے ذریعہ خود بڑا بن بیٹھے اور دوسرے انسانوں کو اپنا غلام بنا لے۔ چنانچہ اس نے عرب و عجم، افریقہ و یورپ اور تمام نوع انسانی کو مخاطب کر کے اعلان کر دیا کہ:

"اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو۔"

باقی رہی بات قوموں اور خاندانوں کی، تو ان کی حیثیت و ضرورت باہم متعارف ہونے سے زیادہ نہیں ہے۔

"اے انسانو! (حقیقت یہ ہے) کہ ہم نے تمہیں ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔"

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"اکثر غیبت، طعن و تشنیع اور عیب جوئی کا منشا کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا، ذات پات اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اسی قدر اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب کا سلسلہ آدم و حوا پر منتہی ہوتا ہے یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لیے مقرر کیے ہیں۔ بلاشبہ جس کو حق تعالےٰ کسی شریف اور معزز گھرانے میں پیدا کر دے وہ ایک موہوب شرف ہے جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں۔ کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے ــ ہاں شکر کرنا چاہیے کہ اس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصل معیار نسب نہیں تقوےٰ اور طہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا۔"

انہی متقین کے بارے میں قرآن مجید میں خداوند عالم نے فرمایا کہ بلاشبہ متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے چونکہ آخرت سے پہلے دنیا میں انہوں نے نیکوکاری اپنا لی تھی۔ اس لیے وہ دوسری اور اصل زندگی میں وہ سب کچھ لے رہے ہوں گے جو ان کا پروردگار انہیں عطا فرما رہا ہوگا۔ وہ رات کے تھوڑے حصے میں سویا کرتے

**ارباب دولت کی شدید
سیاہ کاریوں اور بدعملیوں
کی وجہ سے انسانی
معاشرہ انگنت مسائل
و مشکلات سے دوچار ہو جاتا ہے**

حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ

توبہ کی حقیقت

قاضی فیوض الرحمٰن

قرآن وحدیث میں توبہ کی تاکید

قرآن وحدیث میں توبہ کی اس قدر تاکید وترغیب ہے اور اس قدر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو ایمان کے بعد سب سے اہم چیز معلوم ہوتی ہے قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (سورہ نور ۳۳)

"مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو"

وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ط إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ط (ھود ۹۰)

اور تم اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو اور اس کے آگے توبہ کرو، بلاشبہ میرا رب بڑا ہی رحم فرمانے والا اور بہت ہی محبت کرنے والا ہے

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (النمل ۴۶)

تم اللہ سے مغفرت کیوں نہیں چاہتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور سورہ مائدہ میں گنہگار بندوں کے متعلق ارشاد ہے:-

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور معافی کیوں نہیں طلب کرتے اور اللہ تعالیٰ تو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

اور سورہ انعام میں کیسا پیارا ارشاد ہے:-

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (۵۴)

اور اے نبیؐ! جب آئیں آپ کے پاس ہمارے وہ بندے جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر، تو آپ ان سے کہہ دیں کہ سلام ہو تم پر، تمہارے رب نے مقرر کیا ہے اپنی ذات پر رحم کرنا جو کوئی تم میں سے گناہ کرے نادانی سے پھر توبہ کرے اس کے بعد اور درست کرے اپنا عمل تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۂ تحریم میں ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ط عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝

اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ سے سچی توبہ، امید ہے کہ تمہارا مالک (اس توبہ کے بعد) مٹا دے گا تمہارے گناہ اور داخل کر دے گا تم کو جنت کے ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

"توبۃ النصوح" سے مراد علماء نے لکھا ہے کہ وہ خالص اور سچی توبہ ہے جس کے بعد دل کے کسی گوشہ میں بھی گناہ کی طرف پلٹنے کا شائبہ نہ ہو۔ سچی توبہ کے تین اجزا بھی بتاتے ہیں کہ انسان واقعی اپنے گناہوں سے شرمسار ہو، آئندہ گناہ سے بچنے کا پختہ عزم کرے اور اپنی زندگی کو سنوارنے اور سدھارنے میں سرگرم ہو جائے اور اگر اس نے کسی بندے کی حق تلفی کی ہے تو اس کا حق ادا کرے یا اس سے معاف کرائے یہی وہ توبہ ہے جس سے واقعی انسان کا تزکیہ ہوتا ہے اس سے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور وہ نیک اعمال سے آراستہ زندگی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور پہنچتا ہے اور اللہ کی جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

حقیقی استغفار

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللهُ ط وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ (آل عمران آیت ۱۳۵/۱۳۶)

"اور اگر کبھی اُن سے کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا اپنے آپ پر کبھی زیادتی کر بیٹھتے ہیں۔ تو معاً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ کو معاف کر سکتا ہو؟ اور وہ دیدہ ودانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کے گناہوں پر عفو وکرم کا پردہ ڈال دے گا اور ایسی جنتوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی خوب اجر ہے نیک عمل کرنے والوں کے لیے۔"

حقیقی استغفار یہ ہے کہ آدمی غلط روش پر ندامت محسوس کرے اپنے قصوروں اور غلطیوں کا اعتراف کرے جانتے بوجھتے ان پر اصرار نہ کرے بلکہ اللہ کو یاد کرکے لرز جائے گناہ سے باز آئے اور اللہ کے حضور گڑگڑائے کہ پروردگار! میرے قصوروں پر عفو وکرم کا پردہ ڈال دے۔

تیرا کرم بھی بے حساب، میرے گناہ بھی بے شمار
اپنے کرم کی لاج رکھ، مجھ کو نہ شرمسار کر

توبہ میں دیر نہیں کرنی چاہئے

بہت سے لوگ اس خیال سے توبہ میں جلدی نہیں کرتے کہ ابھی کیا ہے ابھی تو ہم تندرست ہیں، مرنے سے پہلے کبھی توبہ کر لیں گے، ہم سب کے دشمن شیطان کا یہ بہت بڑا فریب ہے اور اس فریب میں ڈال کر وہ ہمیں بھی اپنی طرح اللہ کی رحمت سے دور کرنا چاہتا ہے۔ کسے معلوم کہ اس کی موت کب آئے گی؟ اس لیے علماء کرام نے لکھا ہے کہ ہر دن کو یہی سمجھ کہ شاید آج کا دن ہی ہماری زندگی کا آخری دن ہو، اسی لیے جب کوئی گناہ ہو جائے تو جلدی سے جلدی اس سے توبہ کر لینا ہی عقلمندی ہے قرآن حکیم میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے:-

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (سورہ النساء ع ۳)

صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمے ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں تو ان کو اللہ تعالےٰ معاف کرتا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے اور ان لوگوں کی کچھ توبہ نہیں جو (ڈھٹائی سے) برابر گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے بالکل سامنے موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی (تو) ایسوں کی توبہ قبول نہیں ہے اور نہ ان کی توبہ قبول ہو گی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان سب کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

پس جو دم باقی ہے لازم ہے کہ ہم اس کو غنیمت جانیں اور توبہ کرنے میں اور اپنی حالت درست کرنے میں بالکل دیر نہ کریں معلوم نہیں موت کس وقت سر پر آ جائے اور اس وقت ہم کو اس کی توفیق بھی ملے یا نہ ملے۔ عام تجربہ یہی ہے کہ جو جس حالت میں جیتا ہے وہ اسی حالت میں مرتا ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص عمر بھر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے لیکن مرنے سے ایک دو دن پہلے وہ ایک دم توبہ کرکے ولی بن جائے اس لیے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں مرے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی ہی میں نیک بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ اس کا خاتمہ ضرور اچھا ہو گا اور قیامت میں نیکوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔

اللہ ہی توبہ قبول کرتا ہے

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ (الشوریٰ ۲۵-۲۶)

دنیا بھر کے مذاہب
اور اقوام عالم کے عظیم اجتماع
عالمی امن کانفرنس بلغاریہ میں

داعیِ فکر ولی اللّٰہی عظیم مبلغ اسلام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کی تاریخی تقریر

ترتیب و تحریر: عبد الرشید انصاری

بلغاریہ کے دارالحکومت صوفیہ میں ۱۴ فروری سے ۲۰ فروری تک عالمی امن کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں رھوڈیشیا، جنوبی افریقہ اور پرتگال وغیرہ نسل پرست حکومتوں کے سوا دنیا بھر کے تمام ممالک کے اعلیٰ سطحی وفود نے شرکت کی، یہ کانفرنس گذشتہ پچیس برس سے مختلف ممالک میں منعقد ہوتی ہے۔ امسال کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کرنے والا وفد پاکستان امن کونسل کے صدر جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم اور جنرل سیکرٹری جناب مظہر علی خان صاحب پر مشتمل تھا۔ جناب مظہر علی خان نے ایشیائی مسائل پر کانفرنس میں ایک پرمغز تقریر کی اور جانشین شیخ التفسیر نے اسلام اور امن کے موضوع پر اردو زبان میں حقیقت افروز خطاب فرمایا، جس کا انگریزی اور بلغارین زبانوں میں دو مترجمین نے ساتھ ساتھ ترجمہ کیا ——— عصر حاضر میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ دنیا بھر کی اقوام و ملل کے اتنے بڑے اجتماع میں اسلام کا پیغام ایسے مؤثر انداز میں دلائل و براہین قطعیہ کے ساتھ پیش کیا گیا۔ حضرت مدظلہ العالی نے غیر مسلم دنیا کے سامنے دین اسلام کی نمائندگی اور ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر میں اسلام کے خلاف دشمنانِ اسلام کے جھوٹے پروپیگنڈے کا پردہ چاک کر دیا۔ اور غیر مسلم نمائندوں کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا۔ یہ تاریخی تقریر اور جوابات کی تفصیل اعلان کے مطابق اسی اشاعت میں پیش کی جا رہی ہے ——— جانشین شیخ التفسیر اس دورے میں روس بھی تشریف لے گئے تھے۔ جہاں آپ نے ماسکو کی جامع مسجد "مسجد تاتار" میں دو جمعے پڑھے۔ مقامی علماء سے ملاقاتیں کیں۔ اور اسلامی تعلیم گاہوں کا معائنہ فرمایا۔ صوفیہ میں بھی آپ نے اسلامی مراکز اور مساجد دیکھیں اور مقامی علماء سے ذاتی طور پر بھی ملے۔ آپ کا یہ سفر کوئی عام سفر نہیں بلکہ ایک عالم دین اور مبلغ اسلام کا سفر تھا۔ آپ کے تاثرات قلمبند کئے جا رہے ہیں۔ فی الحال خدام الدین حضرت دامت برکاتہم کی تقریر شائع کر رہا ہے۔ آپ کے تاثرات پر مبنی مکمل رپورٹ جس میں یہ تقریر بھی شامل ہوگی، عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ کتابی صورت میں پیش کر دی جائے گی ——— عبد الرشید انصاری

اقوام عالم کے نام

اسلام کا امن آفرین انقلابی پیغام

جو کوئی ایک انسان کو قتل کرتا ہے وہ دراصل سینکڑوں انسانوں کے قتل کی بنیاد رکھ دیتا ہے

ایک انسان کا قاتل پوری نوع انسانی کا قاتل ہے

ایک انسان کو بچانا تمام نسل انسانی کو زندگی عطا کرنا ہے

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ۔ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ۔ و نشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشہد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ۔ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ

اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْہَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ آل عمران

(اے پیغمبر) تم (یہود اور نصاریٰ سے) کہہ دو کہ اے اہل کتاب (اختلاف و نزاع کی ساری باتیں چھوڑ دو) اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے دونوں کے لئے یکساں طور پر مسلّم ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ کسی کی ہستی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہم میں سے ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے کہ گویا خدا کو چھوڑ کر اسے اپنا پروردگار بنا لیا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ (اس بات سے) روگردانی کریں تو تم کہہ دو "گواہ رہنا کہ (انکار تمہاری طرف سے ہے) اور ہم خدا کے ماننے والے ہیں"۔

معزز شرکاء و منتظمین کانفرنس! میں اسلام کا ایک طالب علم ہوں اور مجھے بیحد خوشی ہے کہ قیام امن کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر واضح کرنے کا موضوع مجھے سونپا گیا ہے جو میرے لئے مذہبی طور پہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔

محترم نمائندگان اقوام عالم! میں بغیر کسی تمہید کے عرض کرتا ہوں کہ اسلام وہ دین ہے جو دنیا کے سامنے قیام امن کے لئے ایک ہمہ گیر اور انٹرنیشنل انقلابی پروگرام پیش کرتا ہے۔ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو بلاتفریق رنگ و نسل اور مذاہب و ادیان تمام نوع انسانی کو بقائے حیات کے لئے وسائل معیشت کے استعمال میں مساوی اور یکساں مواقع مہیا کرنے کا علمبردار ہے اور اسلام ہی وہ ربانی نظام حیات ہے جو تفرقہ و امتیاز، تشقق و انتشار اور جنگ و فساد مٹا کر انسانی معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنا سکتا ہے۔

اسلامی نظام کا اولین مقصد

اسلامی نظام حیات کا مقصدِ اوّلین یہ ہے کہ ایک ایسی پارٹی اور ایسی انقلابی جماعت تیار کی جائے، جو نسل انسانی کے سامنے دنیاوی زندگی کے مقابل مابعد الموت زندگی کی اہمیت و فوقیت واضح کرے جو برائیوں کے انسداد کے لئے اسلام کے بتلائے ہوئے قوانین پر عملدرآمد کرانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بتائے کہ گناہ اور برائی کا آخرت میں کیا نتیجہ مرتب ہوگا۔ نیکی اور بھلائی سے امن قائم ہوگا۔ سلامتی پروان چڑھے گی۔ اور آخرت میں اچھا بدلہ ملے گا۔ برائی اور گناہ سے فساد پھیلے گا۔ تباہی مچے گی۔ اور آخرت میں بُرا بدلہ ملے گا۔ اسلام کی انقلابی جماعت کسی ملک کے باشندوں کی اس طرح ذہنی تطہیر کرکے (جسے اسلام کی زبان میں تزکیہ بھی کہا جاتا ہے) ایسا معاشرہ قائم کرتی ہے، جس میں ظلم و استبداد اور انسانی محنت کے استحصال کے لئے کوئی گنجائش نہ ہو۔

امتیازی شان

اسلام کو دوسرے نظام ہائے حیات اور مذاہب و ادیان سے یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ وہ عقیدے اور نظریے کا اختلاف برداشت کرتا ہے لیکن ظلم و ناانصافی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کے نزدیک خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا سب سے بڑا گناہ اور عقیدے کا ناقابل معافی جرم ہے۔ بایں ہمہ اسلام مشرکوں کے لئے دنیا میں کوئی سزا تجویز نہیں کرتا اور نہ اسلامی حکومت میں مشرکوں کے قتل عام کا حکم دیتا ہے۔ وہ ان کے ہاتھ پاؤں نہیں کٹواتا، اور نہ انہیں تختۂ دار پر کھینچتا ہے بلکہ وہ مشرکین کو بھی خدا کی زمین پر زندہ رہنے اور زندگی گذارنے کا حق دیتا ہے اور اسلامی معاشرے میں غیر مسلم مشرکین کو بھی خوراک و پوشاک اور رہائش وغیرہ کی پوری پوری سہولتیں ملتی ہیں۔ اور یقین فرمایئے! کہ ربّ العالمین کی نعمتیں سورج، چاند، زمین، آسمان، آگ، پانی، اور کائنات کی ہر چیز جس طرح تمام انسانوں کے لئے "عام ہے" ایک اسلامی سٹیٹ میں بلاتفریق مذہب و عقیدہ اور رنگ و نسل اسی طرح سکون و اطمینان، امن و امان اور زندگی گذارنے کا حق بھی مساوی طور پر ہر کسی کو ملتا ہے۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف اسلام ہی خدا کا پسندیدہ اور مقبول دین ہے۔ لیکن اسلام کہتا ہے —

اسلام اپنا کلمہ پڑھانے کے لئے کسی کے سینے پر بندوق کی نالی اور سنگین کی نوک نہیں رکھتا

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین کے معاملے میں کسی فرد پر کوئی تنگی اور کوئی سختی نہیں ہے۔ مذہب اور عقیدہ ہر کسی کا اپنا اختیاری معاملہ ہے۔ کسی پر کوئی دباؤ نہیں، کوئی مانے، کوئی نہ مانے۔ اسلام اپنا کلمہ پڑھانے کے لئے کسی کے سینے پہ بندوق کی نالی اور سنگین کی نوک نہیں رکھتا۔ اور کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے جو کوئی مسلمان ہونے کا اعلان کرے، اُسے وہ منافق قرار دیتا ہے اور ان منافقین کی ریشہ دوانیوں اور مکر و فریب کے باوجود وہ دنیا میں انہیں بھی رہنے کا حق دیتا ہے۔

قیام امن مسلمانوں کا مذہبی فریضہ

اسلام، دراصل امن و سلامتی کا دوسرا نام ہے۔ قیام امن مسلمانوں کا مقصد حیات ہے۔ اسلام کے نزدیک مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور کسی کو کوئی گزند یا ناحق تکلیف نہ پہنچے۔

اسلام نے اپنے پیروؤں پر صرف اپنے ہم مذہبوں کا خون بہانا ہی حرام نہیں کیا بلکہ ہر انسان کے خون اور زندگی کو محترم قرار دیا۔

قرآن مجید کے نویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا — اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کا حال سچائی کے ساتھ سنا دو، جب ان دونوں نے خدا کے حضور قبولیت کے لئے قربانیاں چڑھائیں تو ان میں سے ایک کی قبول ہوگئی (یعنی ہابیل) کی۔ دوسرے کی قبول نہیں ہوئی (یعنی قابیل کی) اس پر قابیل نے حسد سے جل کر ہابیل سے کہا "میں یقیناً تجھے قتل کردوں گا (ہابیل نے کہا) اللہ صرف متقی آدمیوں ہی کی قبول کرتا ہے (اگر اس نے تیری قربانی قبول نہیں کی تو اس میں میرا کیا قصور؟) اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھانے لگا ہے (اٹھالے) پر میں تجھے قتل کرنے کے لئے کبھی ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام دنیا کا پروردگار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ زیادتی ہو تو تیری طرف سے ہو، میری طرف سے نہ ہو۔ اور تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹ لے اور پھر دوزخیوں میں سے ہو جا کہ ظلم کرنے والوں کو یہی بدلہ ملتا ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ اس کے نفس نے (یعنی قابیل کے نفس نے) اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کردیا۔ اس نے (ہابیل کو) قتل کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تباہ کاروں میں سے ہو گیا۔ اس کے بعد خدا نے ایک کوّا بھیجا، اور وہ زمین کریدنے لگا، تاکہ اسے بتا دے کہ اپنے بھائی کی لاش کیونکر (زمین میں) چھپانی چاہئے۔ (کوّے کو زمین کریدتا ہوا دیکھ کر) وہ بولا (یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ) افسوس مجھ پر! میں اس کوّے کی طرح بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش (زمین کھود کر) چھپا دیتا! غرضیکہ وہ اپنی حالت پہ بہت ہی پشیمان ہوا۔

ایک قتل سب کا قتل

قرآن مجید نے انسانی جان کی قدر و بزرگی بیان کرتے ہوئے خدا کا یہ قدیم اعلان تمام دنیا کو سنایا کہ :- اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ سوا اس حالت کے کہ قصاص لینا ہو یا ملک میں لوٹ مار مچانے والوں کو سزا دینی ہو، جس کسی نے کسی جان کو قتل کر ڈالا تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔ اور جس کسی نے کسی کی زندگی بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دے دی۔

قیام و بقائے امن و امان کی جو بلیغ تعبیر قرآن نے اختیار کی ہے، اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی مؤثر پیرایہ بیان ممکن نہیں۔ قرآن نے ایک جان کے قتل کو تمام کائنات انسانی کے قتل سے تعبیر کیا ہے۔

ایک بہت بڑے مسلمان محقق امام طبریؒ اس پر لکھتے ہیں

امن ! اسلام کا انقلابی پیغام ہے

امن ! ملت اسلامیہ کا مقصد حیات ہے

امن ! مسلمانوں کا زیور ایمان ہے

ان المراد بذالک تعظیم العقوبۃ وسرۃ الوعید من حیث ان قتل الواحد و قتل الجمیع سواء فی استیجاب غضب اللہ وعذابہ

اس آیت میں عقوبت کی عظمت اور وعید کی شدت مراد ہے۔ اور بتاتا ہے کہ ایک انسان کا ناحق قتل اللہ کے غضب اور عذاب کو اسی طرح حرکت میں لے آتا ہے۔ جس طرح تمام انسانوں کا قتل۔

فتح الباری ص ۱۶۸ ج ۱۲

عصر حاضر کے ایک بہت بڑے مسلمان عالم مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں۔

"قرآن کہتا ہے۔ اسی بنا پر خدا نے بنی اسرائیل کے لئے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا ایسا ہے گویا تمام نوع انسانی کو قتل کر دینا۔ اور کسی انسان کو ہلاکت سے بچا لینا ایسا ہے گویا تمام انسانوں کو بچا لیا۔ کیونکہ نوع انسانی کا ہر فرد دوسرے فرد سے وابستہ ہے اور جو انسان ایک انسان کے لئے رحم نہیں کرتا وہ تمام نوع انسانی کے لئے رحم نہیں رکھتا"

یہودی فتنہ سامانی

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اس حکم خداوندی کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ یکے بعد دیگرے پیغمبر آتے رہے جو انہیں الٰہ العالمین کا حکم یاد دلاتے اور ناحق قتل و خونریزی سے روکتے۔ لیکن یہودیوں کے ہاتھ انسانی خون سے ہمیشہ رنگین رہے۔ یہود کی سرکشی آج بھی جاری ہے۔ امن عالم آج بھی ان کے ہاتھوں خطرہ میں ہے۔ سرزمین فلسطین پر وہ آج بھی بے گناہ بوڑھوں، عورتوں اور معصوم بچوں کا خون بہا رہے ہیں۔ فلسطین مسلمانوں کا وطن ہے اور یہودی سامراج کی سازشوں سے یہاں گھس آئے ہیں۔ دنیا کی کوئی بھی انصاف پسند قوم اس جارحیت کی تائید نہیں کر سکتی۔

قتل ! خلیفۂ اسلام کی نظر میں

انسانی قتل ایک بڑا ہولناک جرم ہے۔ اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ جب کبھی اس جرم کا دروازہ کھل جاتا ہے تو بسا اوقات اس کا بند کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک قتل کے انتقام میں دو دو اور دو کے جواب میں چار چار قتل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات ناقابل تردید ہے کہ جو کوئی ایک انسان کو ناحق قتل کرتا ہے۔ وہ در اصل سینکڑوں انسانوں کے قتل کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی ساتھیوں نے اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کے بعد مدینہ میں جب اسلام کے تیسرے انقلابی سربراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغیوں نے محاصرہ کر لیا تھا، تو حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں کسی طرح حضرت عثمانؓ کے پاس جا پہنچا اور کہا کہ میں تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں۔ میں آپ کی امداد کے لئے یہاں پہنچا ہوں۔ حکم فرمایئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

ایسرک ان تقتل الناس جمیعا وایای معھم

کیا تمہیں یہ بات خوش کرے گی کہ آپ تمام لوگوں کو قتل کر ڈالیں اور ان کیساتھ مجھے بھی۔

یہ تو ہرگز مجھے پسند نہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا

فانک ان قتلت رجلاً واحداً فکانما قتلت الناس جمیعا

تو پھر (جان لیجئے کہ) اگر آپ نے کسی ایک کو قتل کر دیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے گویا تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

ابن کثیر ص ۱۴۷ ج ۲

حضرت ابوہریرہ یہ سنکر واپس چلے گئے۔ تاریخ شاہد ہے امام مظلوم خلیفۃ المسلمین ذوالنورین حضرت عثمانؓ نے جام شہادت نوش جان فرمایا۔ مگر تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ یہ ہے آسمانی حکم کی عملی تفسیر۔ کیا دور حاضر کا کوئی سربراہ مملکت بقاء امن و امان کی خاطر امیرالمؤمنین کی طرح جان کی قربانی پیش کر سکتا ہے۔ ہہ این خیال است و محال است و جنوں

اسلام میں خودکشی کی ممانعت

کسی کو ناحق قتل کرنا بہت دور کی بات ہے۔ اسلام کسی کو یہ اجازت بھی نہیں دیتا کہ وہ خود اپنی جان کو ختم کر لے۔ اس صورت میں ایک انسانی جان ضائع ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اسی لئے خودکشی کو بھی پوری قوت کے ساتھ روکا ہے۔ اس جرم سے انسان کو باز رکھنے کے لئے ترہیب کے وہ ذرائع اختیار کئے ہیں جن سے ڈر کر انسان اس ناحق اور غلط کام سے رک جائے اور ایسے ارادہ کی کبھی جرأت تک نہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں قرآن نے خدا تعالیٰ کا حکم سنایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اس جرم کی سزا بیان کرتے ہوئے کہا۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا

اور جو ظلم و تعدی سے اس جرم کا مرتکب ہوگا۔ ہم اس کو آگ میں ڈال دیں گے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ومن قتل نفسہ بشیء فی الدنیا عذب بہ یوم القیامۃ (رواہ مسلم)

جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا۔ اسی کے ساتھ آخرت میں اسے عذاب دیا جائے گا۔

اور یہ بھی فرمایا،

ومن ذبح نفسہ بشیء ذبح بہ یوم القیامۃ

جس کسی نے خود کو جس چیز کے ساتھ دنیا میں ذبح کیا وہ اسی کے ساتھ قیامت میں ذبح کیا جائے گا۔

(رواہ مسلم ص ۷۲ ج ۱)

انسان مختلف طریقوں سے اپنی جان ختم کر سکتا ہے۔ اسلام کسی صورت بھی اس جرم کی حمایت نہیں کرتا۔ اور خودکشی کرنے والے کو معافی نہیں دیتا۔

یہود کے ہاتھ بیگناہ خون سے ہمیشہ خون آلود رہے ہیں، انکے ہاتھوں امن عالم آج بھی خطرے میں ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من تردی من جبل فقتل نفسہ فھو فی نار جہنم یتردی فیھا خالداً مخلداً فیھا ابداً، ومن تحسی سما فقتل نفسہ فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیھا ابداً، ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یتوجأ بھا فی بطنہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیھا ابداً،

(جمع الفوائد ص ۱۷۵ ج ۱)

جو شخص پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے، وہ مرنے کے بعد جہنم کی آگ میں گرتا چلا جائے گا۔ جس میں اسے ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جو شخص زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے گا۔ اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، اور جہنم کی آگ میں وہ ہمیشہ اسے پیتا رہیگا۔ اور جو اپنے آپ کو کسی ہتھیار سے قتل کرلے تو اس کا وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی دہکتی آگ میں اسے ہمیشہ اپنے پیٹ بھونکتا رہے گا۔

اعانت قتل

اسلام قاتل کے علاوہ قاتل کے معاونین کو بھی معاف نہیں کرتا۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا امسک الرجل وقتلہ الاخر یقتل الذی قتل ویحبس الذی امسک

جب کسی کو ایک شخص پکڑے رکھے اور دوسرا قتل کرے تو جس نے قتل کیا ہے اسے قتل کیا جائے گا۔ اور جس نے پکڑا ہے اسے قید میں ڈالا جائیگا۔

(رواہ الدار قطنی)

اسلام: میدانِ جنگ میں بھی ظلم و ناانصافی کی اجازت نہیں دیتا

اسلام: انسانی برادری میں عالمگیر محبت و اخوت کا داعی ہے

اسلام: انسانی بھلائی کیلئے بلند ہونے والی ہر آواز کی تائید کرتا ہے

اسلام فتنہ وفساد کے تمام ممکنہ دروازے بند کرنے کا داعی ہے وہ کسی شخص کو ایسے فعل کی اجازت نہیں دیتا جس سے امن میں خلل واقع ہو سکتا ہو۔ اور انسانی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی ہوں۔ اس نے قتل انسانی اور ایذا رسانی کے مجرموں کیلئے ایسی سزائیں تجویز کی ہیں جن پر عملدرآمد سے معاشرے میں جرائم کا وجود تک باقی نہیں رہتا۔ اور اس سزا کے خوف سے انسانی ذہن ارتکاب جرم کا تصور ہی نہیں کر سکتا

مجاہدین اسلام کو دس ہدایات

اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو میدان جنگ میں بھی اپنے پیروؤں کو زیادتی اور حدود سے تجاوز کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کی سرکوبی کے لئے جانے والے اپنے انقلابی ساتھیوں کو ہدایات جاری کرتے ہوئے فرمایا۔ میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ انہیں یاد رکھنا (۱) خبردار! خیانت نہ کرنا (۲) دھوکہ نہ دینا، (۳) عہدشکنی نہ کرنا (۴) مثلہ نہ کرنا (۵) بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا (۶) کھجور کے درخت نہ اکھاڑنا نہ جلانا (۷) کسی پھلدار درخت کو نہ کاٹنا۔ (۸) کھانے کے سوا اور کسی موقعہ سے بکری، گائے، اور اونٹ ذبح مت کرنا (۹) تمہارا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوگا جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت خانوں میں بیٹھے ہوں گے، ان سے تعرض نہ کرنا، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا (۱۰) کچھ لوگ تمہارے پاس مختلف اقسام کے کھانے لے کر آئیں گے، جب ان سے کچھ کھانا تو پہلے ان پر اللہ کا نام ضرور لینا۔ اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تفصیل سے بیان کر سکوں وگرنہ خلیفۂ اسلام کا یہ دس نکاتی حکم نامہ اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام وہ دین ہے جو میدان جنگ میں بھی ظلم و ناانصافی کی اجازت نہیں دیتا۔

اللہ کا کنبہ

اسلام ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ اور ایک ہی گھرانہ قرار دیتا ہے اور کسی کو بھی دوسروں پر ظلم و تعدی کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ عالمگیر انسانی اخوت و محبت کا سب سے بڑا داعی ہے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (رواہ البیہقی) تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ اس لئے خدا کے نزدیک سب سے بڑا محبوب وہ شخص ہے جو اس کے عیال سے حسن سلوک کرے

اسلام کا منشا یہ ہے کہ تمام انسان باہم محبت بھری زندگی گزاریں، آپس میں ایک دوسرے سے محبت و شفقت کا سلوک کریں اور عداوت و نفرت اور بغض و حسد سے ہر کوئی اپنے دور رکھے۔ یہاں وقت نہیں ہے...... ورنہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا کہ اسلام سے پہلے دنیا میں امن و امان کی بگڑی ہوئی کیا صورت حال تھی؟ انسانیت کس طرح دم توڑ رہی تھی؟ شاہان عجم نے کس طرح دنیا کو غلام بنا رکھا تھا؟ مجبور و بے بس انسانوں پر کس طرح ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے؟ اور عرب میں جنگ و فساد کی کیسی گرم بازاری تھی؟ یہ اسلام ہی تھا جس نے آج سے چودہ سو برس پہلے دنیا کو زندگی کے انداز سکھائے اور انسان کو اس کا صحیح اور جائز مقام عطا کیا اور اس کے تحفظ کے لئے خدا کے حکم کو غالب کرنے کیلئے اس نے جہاد کا حکم دیا۔

ایک عرب دیہاتی نے پیغمبر اسلامؐ سے سوال کیا۔

۱۔ ایک شخص نام و نمود کے لئے جنگ میں شریک ہوتا ہے۔
۲۔ ایک شخص اپنی مدح و ستائش کی امید پر لڑائی میں شریک ہوتا ہے۔
۳۔ ایک شخص اپنی بہادری ظاہر کرنے کے لئے تلوار سے کھیلتا ہے اور جنگ میں داد شجاعت دیتا ہے۔
۴۔ ایک شخص صرف مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے۔

ارشاد فرمایا جائے کہ ان میں کس کو جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں کسی کو بھی جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔ جہاد کا ثواب صرف اس شخص کو ملتا ہے۔ من قاتل حتی تکون کلمۃ اللہ ھی الاعلیٰ فھو فی سبیل اللہ عزوجل (ابوداؤد) جو صرف اس نیت سے جنگ کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو بس یہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

اسلام کا نظریہ جنگ

اسلام وسعت سلطنت کے لئے اور دوسروں پر جبراً اقتدار قائم کرنے کے لئے جنگ کرنے کی شدید مخالفت کرتا ہے وہ صرف اور صرف ظلم و تعدی کی جڑ کاٹنے کیلئے تلوار سونتنے کا حکم دیتا ہے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں مسلمان انقلابیوں کا ایک وفد نہایت سادگی اور وقار کے ساتھ شاہ ایران کے دربار میں نعمان بن مقرنؓ کی زیر قیادت بے باکانہ پہنچا، ان کی جرأت پر بادشاہ اور درباری دنگ رہ گئے اس موقعہ پر قائد وفد نے تقریر کرتے ہوئے کہا

اے عمائد ایران! ہم تمہیں اس مقدس دین کی طرف بلاتے ہیں اگر تم اس پکار پر لبیک کہو تو کیا کہنے! ہمیں تم سے تعرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم کتاب اللہ تمہارے حوالے کر دیں گے وہی تمہاری رہنما ہوگی، اور اس کے احکام کی پیروی تمہارا فرض ہوگا، لیکن اگر تم اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو پھر تمہیں جزیہ ادا کرکے اسلام کا اقتدار کو قبول کرنا ہوگا اور وعدہ کرنا ہوگا کہ تمہاری سلطنت میں ظلم نہیں ہوگا اور بدی سر نہ اٹھائے گی اور اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی" اس تقریر سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کس نظریہ کے تحت جنگ کا اعلان کرتا ہے۔ جہاد کا مقصد صرف ظلم و تعدی کا خاتمہ کرنا ہے۔ کسی مذہب و عقیدہ پر حملہ آور ہونا نہیں، اور نہ ہی جنگ کے ذریعے سلطنت کی سرحدوں کو وسعت دینا اس کا مقصود ہے۔ ورنہ جزیہ کی درمیانی راہ اسلام کبھی پیش نہ کرتا اسلامی حکم یہ ہے کہ کوئی غیر مسلم قوم ذمی بننے کی درخواست کرے تو خلیفۂ اسلام کا فرض ہے کہ وہ اس پیشکش کو قبول کرے کیونکہ اس سے فتنہ و فساد کا دروازہ اسی طرح بند ہو جاتا ہے جس طرح اسلام قبول کر لینے سے

اسلام کے معنی

اسلام سراپا امن و سلامتی ہے، اس کے معنی ہی صلح و امن کے ہیں۔ دو مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں تو خواہ رنگ و نسل کے اعتبار سے وہ کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ اسلام علیکم اور وعلیکم السلام کہنا ان کا مذہبی شعار ہے۔

لغوی طور پر 'سَالَمَہٗ' کے معنی ہیں مصالحت کرنا۔ اَسْلَمَ: فرمانبردار ہونا دین اسلام اختیار کرنا۔ السِلْمُ صلح کرنے والا ۔ کہا جاتا ہے اَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَنِیْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَنِیْ (میں صلح کرنے والوں کے لئے صلح جو اور لڑنے والوں کے لئے لڑاکا ہوں) السَلَمُ سلامتی، تابعداری تَسَالَمُوْا اَلْقَوْمُ: باہم مصالحت و موافقت کرنا تَسَالَمَتِ الْخَیْلُ: بغیر لڑے بھڑے ساتھ چلنا اس لئے مجھے بجا طور پر یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ امن و سلامتی کا نام ہی اسلام ہے۔ اسی موقعہ پر ایک عرب پادری نے کہا" مولانا نے اسلام کے امن و سلامتی کے جو معنی بیان کئے ہیں بالکل صحیح ہیں میں ان کی تائید کرتا ہوں"۔

حضرت شرکائے کانفرنس! میں عرض کروں گا کہ اسلام کی امن پسندی ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ یہ اسلام کی عالمگیر امن پروری اور صلح جوئی ہی تھی جس کے لئے انسانی دل و دماغ نے اپنے دریچے وا کئے تھے اسلام جبراً کسی پر مسلط نہیں ہوا ظہور اسلام کے وقت پیغمبر اسلامؐ کے پاس کوئی حکومت نہیں تھی نہ کوئی حربی قوت نہ دولت کے انبار، یہ سب کچھ مخالفین کے پاس تھا جو اسلام کے نام لیواؤں پر ظلم ڈھانے کے لئے مسلسل تیرہ برس تک مکہ میں استعمال ہوتا رہا۔

ابوسفیان جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ قریش مکہ کا ایک تجارتی قافلہ لے کر روم گئے تو قیصر نے انہیں اپنے شاہی دربار میں طلب کیا۔ واضح رہے کہ اس سے قبل قاصد پیغمبر حضرت

اسلام عقیدے اور نظریے کا اختلاف برداشت کر لیتا ہے

ظلم و ناانصافی کی اجازت قطعاً نہیں دیتا

دحیہ کلبی رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ کا ایک گرامی نامہ قیصر روم کو پہنچا چکے تھے جس میں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی) قیصر نے ابوسفیان کو نہایت عزت و تکریم کے ساتھ اپنے سامنے بٹھایا اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے۔ اور کہنے لگا میں ابوسفیان سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں اگر وہ غلط بیانی کریں تو تم سب ان کو جھٹلا دینا عرب میں جھوٹ بولنا بہت بُرا سمجھا جاتا تھا ابوسفیان کہتے ہیں اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ جھوٹا مشہور ہو جاؤں گا تو اس موقعہ پہ میں ضرور جھوٹ بولتا مگر اتنا میں نے ضرور کیا کہ جب قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے تو میں نے بہت گھٹا کر بیان کئے تھے۔

قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا۔

اس شخص کا نسب تمہارے درمیان کیسا ہے؟ نسب کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے ہیں ابوسفیان نے جواب دیا۔ ان کے خاندان میں ان سے پہلے بھی کوئی ایسا شخص گزرا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ قیصر نے دوسرا سوال کیا۔ ابوسفیان نے کہا۔ کوئی نہیں۔ قیصر نے کہا کیا ان کے خاندان میں کوئی ریاست یا بادشاہت تھی جس کو تم لوگوں نے چھین لیا ہو۔ کوئی نہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا۔ قیصر نے کہا۔ ان کا اتباع کیسے لوگ کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے بتایا۔ ضعیف اور مسکین اور نوعمر لوگ اتباع کرتے ہیں۔ قیصر نے مزید سوال کیا۔ جو لوگ اتباع کرتے ہیں وہ ان سے محبت رکھتے ہیں یا ان سے بغض رکھتے ہیں اور جدا ہو جاتے ہیں۔

ابوسفیان۔ اس وقت تک کوئی ایک آدمی بھی اتباع کر کے ان سے علیحدہ نہیں ہوا۔

قیصر:۔ تمہارے اور ان کے درمیان جو لڑائیاں ہوتی ہیں ان میں فتح کس کو ہوتی ہے۔

ابوسفیان:۔ کبھی ان کو کبھی ہم کو فتح ہوتی ہے۔

قیصر:۔ وہ کبھی غدر اور عہد شکنی کرتے ہیں۔

ابوسفیان:۔ غدر کبھی نہیں کیا۔ مگر آج کل ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو رہا ہے اس میں ہم مامون نہیں ہیں کہ وہ کیا کریں گے — ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے کسی سوال کے جواب میں جھوٹ بولنے کا موقعہ نہیں ملا۔ البتہ اس سوال کے جواب میں ذرا موقعہ ملا۔ اس لئے میں نے ایسی بات کہی۔ قیصر نے گفتگو کے بعد کہا میرے سوالوں کے جواب جو تم نے دیئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ . . . بے شک یہ نبی ہیں۔ انبیاء ہمیشہ اعلیٰ و اشرف خاندان کے ہوتے ہیں۔ اگر ان کے خاندان میں پہلے کسی نے نبوت کا دعوے کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ انہوں نے بھی خاندانی بات کا اتباع کر کے دعویٰ کیا ہے۔ اگر ان کا خاندانی ملک چھینا گیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ انہوں نے بھی خاندانی بات کا اتباع کر کے دعویٰ کیا ہے۔ اگر ان کا خاندانی ملک چھینا گیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اپنا ملک واپس لینے کے لئے انہوں نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ انبیاء کے پیرو ہمیشہ ضعفاء و مساکین ہوتے ہیں۔ جس شخص کے دل میں حلاوت ایمان اتر جاتی ہے ۰ وہ کبھی برگشتہ نہیں ہوتا۔ انبیاء کبھی غدر اور عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور قیصر نے ابوسفیان سے کہا۔ اگر تم نے یہ باتیں سچ کہی ہیں تو ان کے ملک و دین کا غلبہ اس وقت جہاں میں بیٹھتا ہوں یہاں تک ضرور ہو جائے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں ان کے پاس ہوتا اور ان کے پاؤں دھو کر پیتا۔ ابوسفیان قیصر روم کی یہ گفتگو سن کر حیران رہ گئے اور کفِ افسوس ملتے ہوئے دربار سے نکلے۔

معزز سامعین! دنیا میں قیام امن کے لئے جدوجہد کرنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ آج تمام دنیا امن کے لئے پیاسی اور متلاشی ہے اور آپ اطراف عالم سے اسی مقصد کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ یہ کام ہمارا ہے اس لئے میں پاکستانی عوام اور پوری اسلامی دنیا کی طرف سے آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ پاکستانی عوام اور تمام مسلمان تلاشِ امن، قیامِ امن اور بقائے امن کی جدوجہد میں سب سے آگے ہوں گے۔ اور اس سفر میں وہ کبھی تھک کر نہیں بیٹھیں گے۔

میں نے تقریر کے شروع میں قرآن مجید جو مسلمانوں کی مقدس ترین آسمانی انقلابی کتاب ہے کی ایک آیت پڑھی تھی، جس میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اے پیروانِ مذاہبِ عالم! آؤ ایک نکتۂ اتحاد پر جمع ہو جاؤ۔ آپس کے جھگڑے لڑائیاں چھوڑ دو، وہ نکتۂ اتحاد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت نہ مانیں، اسی کی عبادت کریں اور کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ پس اگر تم ہماری اس انقلابی دعوت کو نہیں مانتے تو ہمارا یہ کھلا اعلان ہے کہ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ہم تو اسلام لائے فرمانبردار ہوئے اور خدا کو ماننے والے ہیں۔

اسلام انسانی فلاح و ترقی کا علمبردار ہے، وہ دوسرے مذاہب کی طرح ترقی پسند تحریکوں کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ انسانی بھلائی کے لئے اٹھنے والی ہر آواز کی تائید کرتا ہے۔ انقلاب روس کے موقع پر یہودی اور عیسائی مذہبی لیڈروں نے رجعت پسند قوتوں کا ساتھ دیا تھا اس لئے انہیں رسوائی اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور چین میں بدھ مذہب کے رہنماؤں نے انقلاب کا ساتھ نہ دیا، اس لئے بدھ مذہب بھی وہاں اپنا وقار کھو بیٹھا اس کے برعکس چین میں مسلمان اسی طرح باقی ہیں اور اپنے مذہب و عقیدہ پر عمل پیرا ہیں دینی مدارس بھی وہاں موجود ہیں، میں خود چینی علماء سے مل چکا ہوں۔ اسی طرح روس میں بھی مسلمانوں اور اسلامی رہنماؤں نے انسانی بھلائی کے لئے برپا ہونے والے انقلاب کی مخالفت نہیں کی، اور مذہب کو رجعت پسندوں کے مفادات کا نگہبان نہیں بنایا۔ اور آج وہ وہاں بھی خوش اور مطمئن ہیں

بقاء مذاہب

ہر مذہب کی بقا کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ وہ انسانی اخلاق و عقائد کی درستگی کے لیے اپنی تمام قوتیں بروئے کار لائے اور انسانی بھلائی کے لیے کام کرے۔ اسلام وقت کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اس لیے وہ ہمیشہ باقی رہے گا وہ اپنی بقا کے لیے کسی سلطنت یا حکمراں جماعت کی اعانت کا محتاج نہیں ہے دنیا بھر کے مذاہب کے لیے اس کی دعوت اتحاد آج بھی چودہ سو برس پہلے کی طرح باقی ہے میں ان الفاظ کے ساتھ سلسلۂ گفتگو ختم کرتا ہوں۔ کوئی صاحب کسی بات کی وضاحت چاہتے ہوں یا کوئی سوال کرنا چاہتے ہوں تو بڑی خوشی سے کر سکتے ہیں۔

امریکی وفد کے ایک رکن نے کہا۔ امن کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر جو بیان کیا گیا ہے تاریخ ثابت کرتی ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے اگر فی الحقیقت اسلام امن کا داعی اور جنگ و خونریزی کا مخالف ہے تو مسلمان روزِ اول سے ہی جنگیں کیوں لڑتے رہے ہیں؟ اور ان کے ہاں اپنے جنگی سپاہیوں کو انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟

مولانا نے اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے جواب میں فرمایا۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اسلام کا نظریہ جنگ کیا ہے۔ مجاہدین اسلام نے آج تک جتنی جنگیں لڑی ہیں ان کا مقصد دوسری قوموں کو اپنا غلام بنانا یا ان کا استحصال کرنا ہرگز نہیں تھا میں نے وضاحت کے ساتھ کہا ہے کہ اسلام صرف ظلم و تعدی کے خاتمہ کے لیے جنگ کرتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں نے کبھی کسی قوم پر ظلم نہیں کیا اور نہ کسی کو غلام بنایا ہے۔ جبکہ دوسرے لوگوں نے ہمیشہ ان پر زیادتیاں کیں۔ برصغیر میں عیسائی حکمرانوں نے ڈیڑھ سو برس تک ہم پہ جو ظلم توڑے ہیں آپ انہیں سن نہیں سکیں گے۔ کون کہتا ہے؟ کہ زیادتی اور جارحیت کا جواب دینا امن شکنی ہے یہی تو قیام امن کے لیے بالکل صحیح اقدام ہے کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ مکہ کے رجعت پسند روسا امراء نے پیغمبر اسلامؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر ایسے مظالم ڈھائے تھے کہ تاریخ اقوام ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ مکی زندگی میں تیرہ برس تک مسلمانوں نے مشرکین مکہ کی تمام ستم رانیاں جھیلیں اور جب مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا گیا تو انہیں یہاں سے ہجرت کر کے مدینہ جانا پڑا اور تین سال گذرنے کے بعد اپنی مذہبی عبادت عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ آئے تو انہیں شہر میں داخل ہونے سے روک دیا گیا پیغمبر اسلامؐ کے ساتھیوں کی تعداد جو اس وقت آپؐ کے ہمراہ تھے ایک ہزار چار سو تھی انہیں اس پہ سخت صدمہ ہوا۔ اہل مکہ نے مسلمانوں سے یہ

پیروانِ مذاہبِ عالم!
اختلاف و نزاع چھوڑ دو۔ آؤ! ہم
اس بات پر متحد ہو جائیں کہ اللہ کے
سوا کسی کی بندگی نہ کریں گے۔ کسی کو
اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور خدا
کو چھوڑ کر اپنے میں سے کسی کو رب نہیں بنائیں گے۔

ماسکو کے دروازوں پر نازیوں کا مقابلہ کرنا اگر جنگ پسندی نہیں، تو مدینہ پر چڑھائی کرنیوالے قریشیوں سے لڑنا جارحیت کیونکر ہے؟

شرائط منوا کر آئندہ سال آنے کی اجازت دی کہ دس سال تک فریقین کوئی جنگ نہیں کرینگے۔ جو شخص اپنے ورثاء کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر مدینہ جائے اسے واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے جو کوئی مکہ چلا آئے اسے واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔ آئندہ برس عمرہ کے لیے آئیں مگر ہتھیار میانوں میں بندھے ہوئے ہوں اور تین یوم کے بعد مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ واقعہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام لڑنے جھگڑنے کو پسند نہیں کرتا اور امن وامان کی خاطر پیغمبر اسلامؐ نے مخالفین کی وہ شرائط بھی تسلیم کر لیں جو سراسر ناروا تھیں۔ اسلام اگر جنگ وجدال کا حامی ہوتا تو مسلمان عمرہ ادا کیے بغیر مدینہ واپس نہ جاتے۔ مسلمانوں کو مدینہ میں بھی چین سے رہنے نہیں دیا گیا اور کفار مکہ ہی نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی مسلمانوں پر جنگ مسلط کر دی گئی تھی۔ عہد شکنی اہل مکہ نے کی اور انسانیت کا خون بہانے کا فیصلہ بھی انہی نے کیا تھا۔

مسلمانوں نے پہلی بار جو جنگ لڑی وہ خود نہیں لڑی تھی انہیں لڑنے پہ مجبور کیا گیا تھا۔ میدان بدر میں مسلمان مجاہدین کی تعداد تین سو تیرہ اور دشمن فوج کی تعداد ایک ہزار تھی دشمن پوری طرح مسلح ہو کر آیا تھا اور مسلمانوں کے پاس صرف آٹھ تلواریں اور دو گھوڑے تھے اگر اسلام جنگجو مذہب ہوتا اور مسلمان امن وصلح کے علمبردار نہ ہوتے تو کیا وہ اس طرح خود کو غیر مسلح رکھ سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اگر امن وامان کا داعی نہ ہوتا تو جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس صرف آٹھ تلواریں اور دو گھوڑے نہ ہوتے بلکہ وہ ہر طرح کیل کانٹے سے لیس ہو کر مکہ پہ جا کر خود حملہ آور ہوتے اپنی عزت مال اور جان کی حفاظت کے لیے لڑنے کو جارحیت نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ماسکو کے دروازوں پہ پہنچی ہوئی نازی فوجوں کا مقابلہ کرنا جنگ پسندی نہیں ہے تو مدینہ پر چڑھائی کر کے آنے والوں سے لڑنا جارحیت کیونکر ہے؟ اسلام جنگجوؤں کا مذہب نہیں ہے۔ وہ جارحیت مٹانے کے لیے آیا ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ جارحین دہلیز پہ آپہنچیں اور مسلمان گھروں میں دبک کر بیٹھے رہیں جیسے لینن گراڈ تک آئی ہوئی جرمن افواج کو دھکیل کر واپس برلن پہنچایا گیا تھا اور یہ قطعاً زیادتی نہ تھی ایسی ہی آج سے چودہ سو برس پہلے مسلمانوں نے سرکش حملہ آوروں کو شکست فاش دے کر مکہ تک پسپا ہونے پہ مجبور کر دیا تھا... تالیاں۔ اگر یہ جنگ پسندی ہے تو پھر امن دشمن قوتوں سے نبرد آزما ہونا کس کو کہا جاتا ہے؟ ... تالیاں۔ اور اگر یہ بھی امن شکنی ہے تو کیا جرمن کے نازیوں اور مکہ کے قریشیوں کو مظلوم اور امن کے پاسبان قرار دے دیا جائے گا؟ ... کانفرنس ہال زبردست تالیوں سے دیر تک گونجتا رہا۔ آپ نے مزید فرمایا اسلام پر ظلم وزیادتی کا بہتان لگانے والے غور سے دیکھیں کہیں ان کی امن پسندی کے دامن پر بے گناہوں کے خون کے چھینٹے تو نہیں پڑے اور کیا ہیروشیما پر ایٹم بم انسانی خون کے احترام میں گرایا گیا تھا؟ بعد ازاں ایک اور نمائندے نے سوال کیا۔ ہم مان لیتے ہیں کہ اسلام جنگی مذہب نہیں ہے اور وہ قتل وخونریزی کو پسند نہیں کرتا لیکن آپ ہی بتایئے کہ بنگلہ دیش میں پاکستانیوں نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کا قتل عام نہیں کیا؟ (اس سوال کو شرکاء کانفرنس نے بے محل اور نامناسب قرار دیا)

لیکن جانشین شیخ التفسیر نے تسلی بخش جواب دیا اور فرمایا یہ الزام سراسر غلط ہے کہ بنگلہ دیش میں صرف مغربی پاکستانیوں نے بنگالیوں کا قتل عام کیا یہ سامراجی پراپیگنڈہ ہے میں مانتا ہوں کہ بنگلہ دیش میں مسلمان کے ہاتھوں مسلمان قتل ہوئے لیکن یہ لڑائی اور خونریزی سامراج کی گھناؤنی سازشوں اور عوام دشمن حکمرانوں کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھی اس خونریزی کا اسلام کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں ان کی آپس میں کوئی لڑائی اور کوئی مخاصمت نہیں ہے۔ اگر یہ بات غلط ہے تو بنگلہ دیش کا وفد اس کانفرنس میں موجود ہے وہ میری بات کی تردید کر دیں اور بتائیں کہ بنگالی مسلمانوں کی ہمارے ساتھ کیا دشمنی ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستانی مسلمانوں کی بنگلہ دیش انڈیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں سے کوئی دشمنی اور کوئی لڑائی نہیں ہے۔ ہاں البتہ سامراجیوں اور ان کے گماشتوں سے ہم سب کی مشترکہ لڑائی ہے جنہوں نے ہمیں آپس میں لڑایا اور ایک دوسرے سے دور کر دیا، سامراج نے ہمارے استحصال کے لیے اور ہمیں کمزور رکھنے کے لیے ہمارے درمیان جو دیواریں حائل کر دی ہیں وہ ایک نہ ایک دن منہدم ہو جائیں گی اور برصغیر کے مسلمان متحد ہو کر اور مضبوط قوت بن کر جنوبی ایشیا سے سامراج کا جنازہ نکال دیں گے۔ ہمارا قرآن کہتا ہے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (بے شک سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) اور اس نے ہمیں حکم دیا ہے فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (پس اپنے بھائیوں میں صلح کرا دو) ہم قرآن کے اس حکم پر عمل کریں گے اور ہمارے ہاں صلح وآشتی اور اسلامی اخوت ومحبت کا چمنستان ایک دن پھر آباد ہو جائے گا۔ کانفرنس میں شریک دنیا بھر کے وفود خصوصاً بنگلہ دیش کے وفد نے حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کے ارشادات پر انتہائی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور پرزور تائید کی۔ اللہ تعالےٰ حضرت جانشین شیخ التفسیر کی اس عظیم خدمت اسلام کو شرف قبولیت سے نوازے انہیں بے کراں اجر وثواب عطا فرمائے اسلام کا پیغام چار دانگ عالم میں پہنچانے کی توفیق بخشے ہمیں ہمیشہ ان کی معیت نصیب کرے اور ہمارے سروں پہ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔

برصغیر میں مسلمانوں کو سامراج نے باہم لڑایا۔ اور ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ بنگلہ دیش، انڈیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں کسی سے ہماری کوئی لڑائی نہیں، ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں

اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔ وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔

قیمت میں ناگزیر اضافہ

آئندہ اشاعت سے
فی شمارہ ۵۰ پیسے

بدل اشتراک

سالانہ	۲۳/-
ششماہی	۱۲/-
سہ ماہی	۶/-

فی شمارہ ۵۰ پیسے
اشاعت خاص ۸۰ پیسے

نئی شرح اشتہارات

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

فی صفحہ	۷۰۰/-
نصف صفحہ	۴۰۰/-
فی انچ سنگل کالم	۲۰/-

مذہبی کتب خانوں اور مدارس عربیہ کے لئے

فی صفحہ	۶۰۰/-
نصف صفحہ	۳۰۰/-
فی انچ سنگل کالم	۱۵/-

آپ کی قوتِ حافظہ کمزور ہے!
تو آج ہی
دماغین
کی ایک شیشی منگوا لیجیے
قیمت
بارہ روپے معہ محصولڈاک رجسٹری بذریعہ منی آرڈر
شیراز دواخانہ
اندرون شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور
(زیر نگرانی استاذ الحکماء حکیم آزاد شیرازی سابق پرنسپل طبیہ کالج)

اسلام کا معیارِ فضیلت

محمود عارف لاہور

اس کرہ ارضی پر جب سے انسان آباد ہوا۔ گو ہزاروں قومیں بنیں اور بگڑیں، سینکڑوں خاندان اٹھے اور خاک کے کسی بگولے کی طرح بیٹھ گئے۔ مگر ہر قوم اور ہر خاندان کے ہاں رفعت و عظمت کا کوئی نہ کوئی معیار تھا کہ وہ معیار ان کی فکر و شعور کے لیے جانچ پڑتال کی کسوٹی بن جاتا اور وہ قوم اسی ترازو پر پورا اُترنے والے ہی کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کرتی۔

عظمت جانچنے کا ایک غلط طریقہ

اور کبھی یوں بھی ہوا کہ انسان کی عظمت و بڑائی کی بھول بھلیوں نے اس طرح بھٹکا دیا۔ کہ اس نادان نے ذرا ذرا سی بات پر اپنے ہی اردگرد بسنے والی مخلوق کو، دیوتا دیوی اور اس قسم کے ہزاروں القاب دے کر انہی کی پرستش شروع کر دی۔ یہی وہ بھیانک اور گھناؤنا نقطہ نظر تھا کہ جس نے انسانوں کو انسانوں کے سامنے سربسجود کر دیا۔ پتھروں سے تراشی ہوئی بے جان مورتیوں اور بے شعور مجسموں کے آگے گھٹنے ٹیکائے، درختوں کی پوجا کرائی۔ حیوانات کے سامنے انسانیت کو ذبح کروایا۔

ایک اور مغالطہ

عقل و شعور جب ذرا پختہ ہوتے تو ان کے سامنے معیارِ فضیلت کا ایک اور تصور آیا کہ دنیا میں سب سے بڑا شخص وہی ہے کہ جس کے پاس طاقت ہے یا دولت۔ جو ان میں سے کسی ایک کا مالک ہو۔ تو درحقیقت وہی شخص بڑا ہے اور جو شخص ان دونوں سے محروم و درماندہ ہو تو وہ اس قابل ہی نہیں کہ اسے انسانوں کی کسی بھی صف میں جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کی حیثیت چوپاؤں سے بدتر ہے۔ اسے جو چاہے اور جیسے چاہے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا سکتا ہے۔

معاشرے کی زبوں حالی

یہی معاشرے اور سوسائٹی کا وہ روگ تھا کہ جس نے ایک طرف انسانوں کو خونخوار بھیڑیے اور خوفناک درندے بنا دیا۔ تو دوسری طرف ایک طبقے سے ہر طرح سے جینے کا حق چھین لیا۔ بڑائی کے اسی جذبے نے دلوں میں انانیت کا وہ رنگ بھرا کہ اس کا ظہور کبھی انا ربکم الاعلیٰ کی صورت میں ہوا اور کبھی انا احی و امیت کے روپ میں۔

اسی غیر فطری تقسیم نے معاشرے کی جڑوں میں طبقاتی کش مکش کا اس طرح بیج بو دیا کہ اس کی شاخوں سے کمیونزم اور سوشلزم اور ہزاروں نظاموں کی بگڑی اور مسخ شدہ صورتیں نکلیں اور بار آور ہوئیں۔ یہ اسی سرمایہ دارانہ ذہنیت کا منفی اور مخالف پہلو ہے۔

ماپنے کا ایک صحیح طریقہ

اور ایک قوم آئی اور اس نے بلندی و شرافت کے لیے رنگ اور کو معتبر قرار دیا اور کہا دنیا کا ہر گورا افضل و اعلیٰ ہے۔ خواہ وہ پرلے درجے کا جاہل، خود غرض، لالچی اور دغا باز ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی قوم کی اصطلاح اسے شریف اور ممتاز انسان کہے گی اور اس کے مقابلے میں ایک شخص بہترین اخلاق اور ستھرے افعال کا حامل ہے مگر ہے رنگ کا کالا۔ تو اس کے وہ کمالات اور اس کے وہ فضائل بھی کسی کام کے نہیں اور اس کی حیثیت اس معاشرے اور سوسائٹی میں ایک حیوان سے بھی بدتر ہو گی۔

خاندان کا بُت

کسی مذہب نے قبائلی تقسیم کو معیارِ شرافت قرار دیا۔ کسی کی نجابت و بزرگی کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی اعلیٰ قوم کا فرد ہو۔ اس کے ذاتی کردار اور کیرکٹر سے اس قوم کو اصلاً کوئی تعلق نہیں۔

اور جو اس خاندانی اور قبائلی تقسیم کے ترازو پر پورا نہیں اترتا اس کی زندگی میں کوئی خوبی نہیں۔ اس کی قیمت یہی ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے اپنے سے بڑی قوموں کے زعماء کی جوتیاں سیدھی کرے۔ ان کے سامنے دست بستہ کھڑا رہے اور چوپاؤں کی کسی بری نسل کی طرح انسانی خداؤں کی آرزوؤں کی تکمیل کا باعث بنا رہے۔

الغرض فراعنۂ عالم نے اپنی اپنی بڑائی اور جھوٹی عظمت کو باقی رکھنے کے لیے سینکڑوں قسم کے نظریے اختراع کیے اور فکر و تدبر کے سامنے مکر و فریب کے بند باندھے۔

مگر یہ اندازِ فکر عقل و فکر کی جادۂ مستقیم سے اتنی دور واقع ہوا تھا کہ اسے فطرت کی لو بھی نہ پہنچ سکی تھی۔ اس لیے زمانے نے ثابت کر دیا کہ یہ اندازِ فکر یہ طریقہ مذہبہ غیر صحیح تھا۔ اور جس نے اس طرح سوچا! جاہلانہ اور بہت پست درجہ کی باتیں سوچیں۔

اسلام کا اندازِ فکر

لیکن ان کے برعکس اسلام نے عظمت و بڑائی کا ایک نیا اور بالکل انوکھا معیار پیش کیا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے اسلام نے ان عمارتوں کو مسمار کیا جسے ان چھوٹے خداؤں نے اپنی خدائی برقرار رکھنے کے لیے تعمیر کیا تھا اور جس کے نیچے انسانیت سسک رہی تھی اور جس کی ہر اینٹ انسانی خون اور ہڈیوں کے معجون پر رکھی گئی تھی۔

اور عرفات کے میدان میں اعلان کیا:۔

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ تمہارا خدا ایک ہے تمہارا جدّ اعلیٰ ایک ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، نہ سرخ رنگت والے کو کسی کالے حبشی پر، برتری حاصل ہے اور نہ کالے کو سرخ پر، (ہاں) مگر عظمت و بڑائی تقویٰ کی وجہ سے ہے۔"

قرآن کریم نے جاہلیت کے اس بُت کو اس طرح پاش پاش کیا:۔

"اے لوگو! تحقیق ہم نے پیدا کیا تم کو ایک مرد اور عورت سے اور کیا ہم نے تم کو کنبے اور قبیلے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں افضل اللہ کے ہاں وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"

اور ایک بار ہی نہیں بار بار اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی:۔

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور پیدا کیا اسی سے اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں۔" (نساء ۱)

انسانی سوچ اور فکر کے لیے یہ بالکل ہی انوکھا اور البیلا قسم کا نظریۂ فکر تھا۔ اس لیے مخالفین اسلام کو شریعت اسلامیہ کی اور دفعات اتنی گراں نہیں گزریں جتنی کہ اس دفعہ نے انہیں جز بز کیا۔

مسکینوں کی فضیلت قریش کے مقابلے میں

زعماء قریش کا ایک گروہ آیا اور آکر کہنے لگا۔ کہ "ہم اس کی بات اس شرط پر سننے کے لیے تیار ہیں کہ آپ مساکین کے اس گروہ کو اپنے قریب سے اٹھا دیں۔ تاکہ ہم آپ کے پاس آسکیں۔ اس لیے کہ ہم ان فقیروں کے ساتھ ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بناء پر رضامندی کا اظہار فرمایا کہ شاید اس طرح یہ لوگ راہ راست پر آسکیں مگر حق تعالےٰ کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا حکم نازل فرمایا۔

"اور اے پیغمبر! ان لوگوں کو اپنے قریب سے نہ اٹھاؤ۔ جو لوگ کہ صبح و شام آپ کو پکارتے ہیں۔ محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے۔" (الانعام: ۵۱)

اسی طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش مکہ کے ایک گروہ کو دین کی باتیں سنا رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن ام کلثوم آئے اور آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے اس گروہ کو نصیحت کرنے میں اس قدر مشغول تھے کہ ان کی طرف التفات نہ ہو سکا۔ قرآن کریم نے اس پر تنبیہ کی:۔

"تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور آپ کیا جانیں کہ شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا نصیحت سنتا۔ پس نصیحت اسے فائدہ دیتی" (عبس)

الغرض اس قسم کے بے شمار مواقع ہیں کہ جہاں شریعت اسلامیہ نے نہ صرف یہ کہ قولی طور پر مساکین کی حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ عملی طور پر بھی یہ ثابت کر دیا کہ کسی کو کسی پر کسی حیثیت سے بھی برتری حاصل نہیں۔ اور اگر کوئی فضیلت اور معیار بزرگی ہے تو صرف تقوے اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ جو شخص جتنا اس دولت سے مالا مال ہوگا اتنا ہی وہ افضل و اشرف ہوگا۔

اسلام کا واشگاف اعلان

اسلام نے پہلی بار دنیا میں یہ اعلان کیا کہ حقیقی رفعت و بلندی وہ ہے جو انسان اپنے کسب و جستجو سے حاصل کرے نہ یہ کہ کوئی پیدا ہوتے ہی بلندی کے اس معیار پر فائز ہو جائے کہ دنیا اس کے کو باعث نجات سمجھنے لگ جائے۔ اسلام نے اسی بنیاد پر اپنی عمارت کو استوار کیا۔

پھر اس تیل سے جو شمع جگمگائی تو اس کی روشنی پر ہر طرف سے پروانے سمٹ سمٹ کر آئے اور اسلامی معاشرے اور اسلامی سوسائٹی کا جزو بن گئے۔

دیکھیے! زید ابن حارثہؓ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا متبنیٰ بنایا حالانکہ وہ ایک غلام تھے اور پھر ان کی اپنی خاص رشتہ دار خاتون سے شادی کرائی۔ غزوہ موتہ میں سپہ سالار متعین کیا۔ جس میں قریش کے بڑے بڑے سرمایہ دار موجود تھے۔

دیکھیے بلالؓ حبشہ سے، صہیبؓ روم سے، سلمانؓ فارس سے، حذیفہؓ یمن سے اور اس طرح کے سینکڑوں لوگ تھے جو دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے اور آکر اس ماحول کا اس طرح جزو بن گئے کہ پھر انہی کو وارث بنایا، انہی کے وارث بنے۔ انہیں میں رہن سہن اختیار کیا۔

اسامہ ابن زید کو ایسے لشکر کا سپہ سالار بنایا جس میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے اکابر صحابہؓ موجود تھے۔

اسلامی معاشرہ

غرض اسلام نے ان نسلی، قبائلی، علاقائی عصبیت سے مافوق ہو کر ایک ایسا پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول ترتیب دیا جو جاہلانہ آلائشوں اور گندگیوں سے قطعاً پاک تھا۔

اور دنیا میں پہلی مرتبہ عرب نے (اپنے اختلافات کو فراموش کر کے) عجم کو گلے لگایا۔ اور مختلف طبقوں کے درمیان جو پیہم کش مکش جاری تھی۔ وہ یکسر ختم ہو گئی۔

مساکین کی فضیلت

اسلام نے اس سلسلہ میں ایک طرف غریبوں کو حوصلہ دیا اور ان لوگوں کے حوصلے بڑھائے جو معاشی طور پر پس چکے تھے۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ مسجد میں اصحاب صفہ کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ جن کی مسکنت کا یہ عالم تھا۔ کہ ان کے پاس بدن ڈھانپنے کو کپڑا نہیں تھا اور وہ ایک دوسرے کی اوٹ میں اپنے بدن کو چھپا رہے تھے۔ آپ ان کے درمیان جا کر بیٹھ گئے۔ اور فرمانے لگے کہ تم خوش ہو جاؤ" کہ تم جنت میں امراء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہو گے تو ان کے چہرے خوشی کی بناء پر تمتمانے لگ گئے۔ صحابی فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی انہی میں سے ہوتا۔ (الحدیث)

اور دوسری طرف امیروں اور حکمرانوں کو حکم دیا۔ کہ تم فقیروں کے دروازے پر خود حاضر ہو اور ان کی حاجت روائی کی کوشش کرو:

فرمایا۔ کہ سب سے برا فقیر وہ ہے جو امیروں کے دروازے پر آئے اور سب سے اچھا امیر وہ ہے جو فقیروں کے دروازے پر حاضری دے (الحدیث)

اور فقیروں کی امداد و اعانت کو اپنے ساتھ امداد و اعانت قرار دیا۔

"کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ پس اللہ اس کے اس قرض کو بڑھاتا رہے۔ بہت بڑھانا۔ (القرآن سورۂ بقرہ پ ۲

حاکم کا فرض

اور اسی طرح حاکمان وقت کو فہمائش کی کہ تم اپنے آپ کو اپنی رعایا سے مامون نہ سمجھو، بلکہ "درحقیقت قوم کا سردار وہ ہے جو قوم کا سچا اور مخلص خادم ہو"۔ (الحدیث) یہی وجہ ہے کہ جب تک خلافت راشدہ رہی اس وقت تک حکمران اپنی رعایا کی جستجو میں رہتے تھے۔

اس طرح افراط و تفریط کے درمیان ایک معتدل اور درمیانی راہ متعین کی جس میں صحیح طور پر مساوات کا منظر سامنے آیا۔ کہ تمام لوگ آپس میں برابر اور مساوی ہیں۔ اب سنیے کہ اسلام نے معیار فضیلت کا مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کیسے حل کیا:

اسلام نے اس فضیلت و برتری کے حصول میں سب کو یکساں قرار دیا۔ اور فضیلت و برتری کے لیے تقوے کو معیار ٹھہرایا۔ کہ اگر کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہے تو وہ صرف اس پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ جس کو انسان اپنے کسب و اجتہاد سے حاصل کرے۔

تقوے کا مفہوم

تقوے کے معنی میں شدید اختلاف ہے لیکن اس کا سب سے بہترین اور شاندار مفہوم یہ ہے:۔

الف: حقوق اللہ کی پوری طرح سے ادائیگی کرنا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی سے جو سب سے بڑا خطاب اور القاب ملا تو وہ ایسا ہے کہ جس میں کامل عبودیت کے معنے پائے جاتے ہیں۔ میرا اشارہ سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت کی طرف ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر تشریف لے جانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ مقام اس بات کا مقتضی تھا کہ اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا اسم گرامی ذکر کیا جائے جو فضیلت و مرتبت کے ساتھ تعلق مع اللہ پر بھی دلالت کرتا ہو۔ چنانچہ وہاں فرمایا گیا۔ اسریٰ بعبدہٖ ... الخ

ب: حقوق اللہ کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے حقوق کی بھی پوری طرح نگہداشت کرتا ہو یعنی اپنے رشتہ داروں کے حقوق، اپنے پڑوسیوں کے حقوق اور دوستوں کے حقوق اور اس طرح عامۃ المسلمین کے حقوق اور اسی طرح عامۃ الناس کے حقوق، پھر اسی طرح حیوانات کے حقوق۔ غرضیکہ وہ ہر قسم کی مخلوق کے ساتھ فیاضی کا ایسا ہی معاملہ اور برتاؤ کرتا ہو۔ جو اس کی شایان شان اور مقام کا تقاضا ہو۔

اس سب تفصیل کا مختصر تجزیہ تواضع اور انکساری ہے۔ یعنی جس شخص میں جتنی تواضع اور انکساری ہوگی۔ وہ اتنا ہی حق تعالیٰ کا مقرب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہونے کے لیے لازم ہے کہ اپنے دل کے بت خانے سے انانیت اور خود رائی کے تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر اس میں تواضع حلم، انکساری کے رنگین پھول سجانے چاہییں اسی طرح ایک انسان اس حقیقی شرافت و نجابت کے معیار کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور اپنے دل میں خود رائی اور خود پسندی کے بیج بو کر کتنا ہی اللہ اللہ کرے، کتنی ہی دکھاوے کی نمازیں پڑھ لے مگر جب تک اپنے دل کے خانوں کو غلاظت کے اس تعفن سے صاف نہیں کر لیتا اس وقت افضلیت تو دور کی بات ہے اس کی نجات بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔

"جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی

(باقی صـ ۱۶ پر)

اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے بنیادی اصول

امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ کی روشنی میں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جو معاشرہ پیدا کیا۔ اس کے بنیادی اصول قرآن و حدیث میں لکھے ہوئے ہیں۔ جب تک مسلم اقوام ان اصولوں پر قائم رہیں اسلامی معاشرہ ترقی کرتا رہا۔ لیکن اٹھارویں صدی میں نہ صرف ہند میں اسلامی معاشرہ گراوٹ میں مبتلا ہو گیا۔ بلکہ وہ ساری دنیا میں گرنے لگ گیا۔

یہ اٹھارویں صدی عیسوی کا آغاز تھا کہ امام ولی اللہ دہلوی ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ اس برعظیم میں آخری بڑے مغل بادشاہ اورنگ زیب کی حکومت ختم ہونے کو چار سال باقی تھے۔ اس کے بعد اس تخت پر کوئی طاقتور بادشاہ نہ بیٹھا۔ چونکہ اس وقت اسلامی قانون کی حفاظت جتنی بھی ہو سکتی تھی۔ بادشاہت ہی کے ذریعے ہو رہی تھی۔ بلکہ تمام دنیا میں قانون اسلامی کی سربلندی بادشاہوں کے ساتھ وابستہ تھی۔ اس لیے بادشاہوں کے کمزور ہو جانے سے اسلامی قانون کے غلبے کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا کہ اب دنیا میں سیاسیات کا ایک نیا دور آنے والا تھا۔ جس میں قانون سازی کی طاقت بادشاہوں اور امیروں کی بجائے عوام کی طرف منتقل ہونے والی تھی۔ اب وہی قانون چلیں گے جو عوام اپنی مرضی سے بنائیں گے۔ فرمانوں اور اعلانوں کے ذریعے سے قانون سازی کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے اب سوال یہ تھا کہ اسلامی قانون کی سربلندی کا کیا ذریعہ ہوگا؟ حالات ظاہر کر رہے تھے کہ اب قانون الٰہی کے چلانے کی ذمہ داری عوام پر آنے والی ہے اس لیے ضروری تھا کہ عوام کو قرآن حکیم کی آیات پڑھائی جائیں۔ ان کے ذریعے سے معاشرتی قانون (الکتاب) کی طرف رہنمائی کی جائے اور انہیں قانون سازی کے فن سے آشنا کرنے کے لیے قانون کے اندر کام کرنے والی حکمت بھی بتائی جائے تاکہ وہ صحیح طور پر قانون بنا سکیں۔ یہ کام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کو توفیق دی کہ وہ قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے "فتح الرحمٰن" کے نام سے قرآن حکیم کا فارسی ترجمہ کیا جس کے دیباچے میں ترجمے کے اصول اور اس ترجمے کے استعمال کے طریقے کی طرف بھی رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ "مقدمے" میں لکھتے ہیں کہ:۔

> "مترجم این کتاب بعد خواندن متن قرآن و رسائل مختصر فارسی است تا فہم لسان فارسی بے تکلف دست دہد و بتخصیص صبیان اہل حرفت و سپاہیان کہ توقع استیفاء علوم عربیہ ندارند۔ در اول سن تمیز این کتاب را بایشان تعلیم باید کرد تا اول چیزے کہ در جوف ایشان افتد معانی کتاب اللہ باشد۔ و نیز آنانکہ بعد انقضاء شطر عمر توفیق توبہ یابند و تحصیل علوم نتوانند این کتاب ایشان را باید آموخت تا در تلاوت قرآن حلاوتے یابند و منفعت آں در حق جمہور مسلمانان متوقع است انشاء اللہ العزیز۔"

اس کتاب کے پڑھنے کی باری قرآن حکیم کے متن اور فارسی کے چند مختصر رسالے پڑھنے کے بعد آتی ہے تاکہ پڑھنے والا فارسی کو بے تکلف سمجھ سکے۔ خاص کر اہل حرفہ اور فوجیوں کے بچے جو عربی علوم انتہا تک پڑھنے کی امید نہیں رکھتے۔ یہ کتاب انہیں پڑھائی جائے تاکہ ان کے ذہن میں سب سے پہلے جو چیز بیٹھے وہ کتاب اللہ ہی ہو۔ نیز جو لوگ عمر کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد توبہ کی توفیق پائیں اور علوم حاصل نہ کر سکیں۔ یہ کتاب انہیں بھی پڑھائی جائے تاکہ وہ قرآن کے پڑھنے میں مزہ پائیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ عام مسلمان اس سے بہت فائدہ حاصل کریں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ فارسی ترجمہ عوام کے لیے کیا ہے تاکہ وہ قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھیں اور اس سے فائدہ حاصل کریں۔ آنے والے دور میں اہل حرفہ اور اہل فوج معاشرے میں جو مقام اور اہمیت حاصل کرنے والے تھے اس کے پیش نظر امام صاحب کی یہ دور بینی نہایت قابل قدر ہے۔ آج جب کہ قانون سازی عوامی جمہوری اداروں کے ذریعے سے شروع کی گئی ہے۔ امام صاحب کی حکمت اور دانش کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے عوام کو قرآن سے وابستہ رکھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا کتنا بڑا ذریعہ پیدا کر دیا۔ پھر بھی نہیں چونکہ آگے چل کر فارسی کا مقام بھی اس زبان سے چھننے والا تھا۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے امام صاحب کے فرزندان جلیل شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کو توفیق دی کہ وہ آئندہ عوامی بننے والی زبان —— اردو —— میں اس کتاب عظیم کے ترجمے کر دیں تاکہ مسلمان تشویش اور تذبذب میں نہ پڑیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ نے بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا اور شاہ رفیع الدینؒ نے تحت اللفظ ترجمہ لکھا والحمد للہ علیٰ ذالک۔

تعمیر معاشرہ کا پہلا اصول

پس امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک تعمیر معاشرہ کا پہلا اصول یہ ہے کہ افراد معاشرہ قرآن حکیم سے پوری طرح واقف ہوں۔ اس کے لیے انہوں نے اور ان کے بعد فرزندان جلیل نے انتظام کر دیا ہے۔ حدیث کی تعلیم و تدریس کے لیے امام صاحبؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" لکھ دی ہے جس میں احادیث کی تشریح آنے والے دور کے لیے ایسے انداز میں کر دی ہے کہ اس زمانے کی روح اسے یقیناً قبول کرتی ہے۔ اب قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔ (خدا ہمیں توفیق عطا فرمائے)

تعمیر معاشرہ کا دوسرا اصول

تعمیر معاشرہ کا ایک نہایت قیمتی بنیادی اصول امام صاحبؒ نے یہ متعین فرمایا ہے کہ جب معاشرہ اپنے اونچے مقام سے گر جائے تو وہ نچلی سیڑھی پر قدم جمالے اور اوپر کی منزل اپنے سامنے رکھے مثلاً مسلمان بین الاقوامی مقام سے گر گئے ہیں۔ اب ان کا فرض ہے کہ وہ قومی منزل پر قدم جمالیں اور بین الاقوامیت کا تصور اپنے سامنے رکھیں (البدور البازغہ ص ۸۹) یہ نہایت بیش قیمت اصول ہے جس پر آج ہمیں عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

تعمیر معاشرہ کا تیسرا اصول

تعمیر معاشرہ کا ایک اور اصول جو امام صاحبؒ نے متعین کیا ہے یہ ہے کہ مسلمان اس تدبیر کی واقفیت پیدا کریں جو کائنات میں کام کر رہی ہے۔ دور حاضر کے سماجی علوم کے ماہرین اسے تصور کائنات کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں اور اسے تعمیر معاشرہ کے لیے نہایت ضروری بنیادی چیز قرار دیتے ہیں۔ امام صاحب نے اس حقیقت پر "بیان معرفۃ اللہ تعالیٰ الموضوعۃ فی طبیعۃ الانسان" کے تحت البدور البازغہ میں نہایت عمدگی سے بحث کی ہے۔ دور حاضر کے حکماء کہتے ہیں کہ کسی معاشرے یا قوم کی ثقافت اصل میں اس تصور کائنات پر مبنی ہوتی ہے جو اس معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ امام صاحبؒ نے اسلامی تصور کائنات پر ایسی اعلیٰ درجے کی علمی بحث کی ہے کہ ملحد سے ملحد بھی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

تعمیر معاشرہ کا چوتھا اصول

تعمیر معاشرہ کا ایک اور اصول جس کی طرف حضرت امام صاحبؒ نے تاریخ اسلام کے بہترین دور (خیر القرون) کی روشنی میں رہنمائی فرمائی ہے اسلام کی عالمگیری ہے۔ یہ اصل میں کوئی فکری نظام ہی نہیں بلکہ ایک نظام تمدن بھی ہے، جس پر ساری دنیا کے انسان جمع ہو سکتے ہیں۔ امام صاحب نے اسلام کی عالمگیر روح کو بے نقاب کیا ہے۔ ایک ترقی پسند اور ترقی کن معاشرے کے لیے یہ اصول ناگزیر ہے۔

تعمیر معاشرہ کا پانچواں اصول

تعمیر معاشرہ کا ایک اور اصول جو حضرت امام صاحب نے متعین کیا ہے یہ ہے کہ ایک فکر پر سب افراد کو جمع کیا جائے۔ ان سب کی بنیادی تعلیم و تربیت ایک ہو، اور سب اس فکر پر متفق ہوں۔ ان کے نزدیک افکار کی پریشانی عمل کی پریشانی پیدا کرتی ہے اور افکار کی ہم آہنگی عمل کی یکجائی کا موجب ہوتی ہے۔

تعمیر معاشرہ کا چھٹا اصول

تعمیر معاشرہ کے لیے امام صاحبؒ نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ الفاظ زمانہ حال کی ایجاد ہیں۔ اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام صاحب کے ہاں یہ تصور نہیں پایا جا سکتا لیکن وہ حجۃ اللہ البالغہ (جلد اول ص ۵۱) میں فرماتے ہیں کہ:

وصفاتٍ یختص بھا الانسان کالاخلاق المھذبۃ والارتفاقات الصالحۃ والصنائع الرفیعۃ والجاہ العظیم

اور وہ صفات جو خاص طور پر انسان سے تعلق رکھتی ہیں یہ ہیں یعنی شائستہ اخلاق، صالح ارتفاقات (تمدن وثقافت) بلند درجہ صنعتیں اور عظیم مرتبے۔

والصنائع لاتنتظم الا بالآلات ومادۃ

یعنی بلند درجے کی صنعتیں آلات اور خام مال کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچ سکتیں۔

اس جملے میں "صنائع رفیعہ" سے مراد وہ بھاری مشینیں ہیں جن سے عام کام دینے والی کلیں بنائی جاتی ہیں۔

تعمیر معاشرہ کا ساتواں اصول

تعمیر معاشرہ کے لیے ایک اور اصول جو امام صاحب نے تجویز کیا ہے۔ یہ ہے کہ معاشرے میں صرف اچھی رسوم جاری رکھی جائیں۔ کیونکہ جس طرح اہل علم کے لیے علمی اصول رہنمائی کا کام دیتے ہیں۔ اسی طرح عوام کے لیے صالح رسمیں ہدایت کا موجب بنتی ہیں۔ وہ تجویز فرماتے ہیں کہ رسوم پر ایسے لوگوں کا قبضہ نہ ہونے دیا جائے جو بداخلاق ہوں تاکہ غلط رسمیں جاری نہ ہو سکیں بلکہ اس میں ایسی رسمیں ہوں جن میں مصلحت کلیہ (بہبود عام) کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہو۔

تعمیر معاشرہ کا آٹھواں اصول

تعمیر معاشرہ کے لیے رفاہیت (یعنی معیار زندگی) پر نظر رکھنا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں رفاہیت کے مسئلے پر کافی طویل بحث کی ہے اور آخر میں قرار دیا ہے کہ رفاہیت بالغہ (بلند معیار زندگی) اور رفاہیت ناقصہ (ناقص معیار زندگی) دونوں کو ترک کر کے رفاہیت متوسط (متوسط معیار زندگی) کو معاشرے کا اصول بنانا چاہیے۔

تعمیر معاشرہ کا نانواں اصول

امام ولی اللہ دہلوی رحؒ نے معاشرے کی تعمیر کو اس بات پر بھی منحصر کیا ہے کہ زندگی اور دین الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ زندگی کے بسر کرنے کے بنیادی انسانی اصول ہی دین یا زیادہ واضح الفاظ میں اسلام ہیں۔ لیکن اس کے لیے "زندگی" اور "دین" کے مستقل گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔ تب کہیں جا کر یہ دونوں ایک منزل میں جا ملتے ہیں۔

ان اصولوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ افراد معاشرہ قرآن حکیم سے پوری طرح واقف ہوں اور علوم حدیث سے بھی بہرہ مند ہوں۔

۲۔ قومی استحکام پیدا کر کے بین الاقوامی منزل حاصل کرنے کا تصور اپنے سامنے رکھیں۔

۳۔ مسلمان اس تدبیر کی واقفیت پیدا کریں جو کائنات میں کام کر رہی ہے۔

۴۔ اسلام عالمگیر ہے۔ یہ ایک فکری نظام ہی نہیں بلکہ ایک نظام تمدن بھی ہے جس پر ساری دنیا کے انسان جمع ہو سکتے ہیں۔

۵۔ افراد معاشرہ کو ایک فکر پر متحد کیا جاتے اور سب کی بنیادی تعلیم وتربیت ایک ہو۔

۶۔ تعمیر معاشرہ کے لیے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی بھی ضروری ہے۔

۷۔ معاشرے میں صرف اچھی رسمیں جاری رکھی جائیں۔ اور ان پر ایسے لوگوں کا قبضہ نہ ہونے دیا جائے جو بداخلاق ہوں۔

۸۔ معاشرے میں رفاہیت متوسط (متوسط معیار زندگی) قائم کیا جائے۔ رفاہیت بالغہ (بلند معیار زندگی) اور رفاہیت ناقصہ (ناقص معیار زندگی) دونوں کو روکا جائے۔

۹۔ زندگی اور دین الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں۔ بلکہ زندگی بسر کرنے کے بنیادی انسانی اصول ہی دین ہیں۔ یہی اسلام ہے۔

بقیہ: توبہ کی حقیقت

"اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے برائیاں اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور دعا سنتا ہے ایمان والوں کی جو بھلے کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے ان کو اپنے فضل سے اور جو منکر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔"

(ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح)

حضور علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" خدا کی قسم! میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ واستغفار کرتا ہوں"

تشریح اللہ تعالیٰ کی عظمت وبڑائی اور جلال وجبروت کے بارہ میں حضور علیہ السلام کو جس کامل درجہ کا شعور واحساس تھا بلاشبہ وہ کسی دوسرے کو نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ پر یہ احساس غالب رہتا تھا کہ بندگی کا حق ادا نہ ہو سکا اسی واسطے آپ بار بار اور مسلسل توبہ واستغفار فرماتے تھے اور اس کا اظہار فرما کر دوسروں کو بھی اسکی تلقین فرماتے تھے۔

عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ (رواہ مسلم)

حضرت اغر مزنیؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا" لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ کرو میں خود دن میں سو سو دفعہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔"

تشریح:۔ پہلی حدیث میں ستر دفعہ سے زیادہ اور اس حدیث میں سو دفعہ کے الفاظ دراصل صرف کثرت کے بیان کے لیے ہیں اور قدیم عربی زبان کا یہ محاورہ ہے ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار وتوبہ کی تعداد یقیناً اس سے بہت زیادہ ہوتی تھی جیسا کہ آگے درج ہونے والی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اِنْ کُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ یَقُوْلُ "رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ سو سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے۔

"رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ"

اے میرے رب! مجھے معاف کر دے، بخش دے اور میری توبہ قبول فرما کر مجھ پر عنایت فرما بیشک تو بہت ہی عنایت فرمانے اور بہت ہی بخشنے والا ہے۔

تشریح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپؐ بطور وظیفہ کے استغفار وتوبہ کا یہ کلمہ ایک مجلس میں سو دفعہ پڑھتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ مجلس میں تشریف فرما ہوتے، ہم لوگ بھی حاضر رہتے، بات چیت کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور آپ اسی دوران میں بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان کلمات کے ساتھ استغفار وتوبہ کرتے رہتے اور ہم اپنے طور پر اس کو شمار کرتے رہتے تو معلوم ہوتا کہ ایک نشست میں آپ نے سو دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کیا +

بقیہ: اسلام کا معیار فضیلت

کبر ہوگا۔ جنت کی خوشبو اس کے قریب بھی نہیں پھٹکے گی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس میل سے سونگھی جا سکتی ہے۔" (الحدیث)

مگر یہ راہ اس قدر پیچیدہ اور دشوار گزار ہے کہ جب تک کوئی ہاتھ پکڑ کر کھینچنے والا نہ ہو اس بیابان کو عبور کر لینا انسانی بس سے باہر ہے۔

اسی کا نام سلوک اور تصوف ہے۔

خرد

خرد واقف نہیں ہے نیک وبد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن ملکہ ہانس ضلع ساہیوال کا سالانہ جلسہ ۱۱، ۱۲ ربیع الاول ۹۴ھ ۵ اپریل بروز جمعرات جمعہ منعقد ہونا قرار پایا ہے جس میں حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی مولانا عبدالمجید ندیم ڈیرہ غازیخان فاضل حبیب اللہ صاحب و دیگر اکابرین شرکت فرمائیں گے۔

(مہتمم مدرسہ)

عہدِ حاضر اور مسلمانوں کی ذمہ داری

محمد طفیل ہاشمی ــــ مظفر آبادی

آج کا انسان فکر و عمل کے میدان "تگ و تاز" میں اوج کمال پر پہنچ چکا ہے۔ زمان و مکان کی وسعتیں سمٹ گئی ہیں۔ تہذیب نو نے انسان کو معاشی پیداوار، سائنسی اکتشافات و ایجادات، تسخیر کائنات اور تزئین تمدن میں بہت آگے بڑھا دیا ہے زمین اپنے بے پناہ خزانے اُگل رہی ہے۔ زراعت، صنعت و حرفت، تعمیر و ترقی، بجلی، ریڈیو، ٹیلیویژن، ٹیلی پرنٹر، کمپیوٹر، جہازرانی اور فضا نوردی میں عظیم کامیابی حاصل کر کے انسان اس قابل ہو گیا ہے کہ چاند کی سرزمین کو اپنے قدموں سے پامال کر رہا ہے۔ فضا میں پھیلے ہوئے سالمات انسان کے پیغامات دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پہنچا رہے ہیں۔ طب و جراحت میں انسان کے کارنامے موجب استعجاب ہیں اب ممکن ہو گیا ہے کہ زندہ جسم کے فاسد اعضاء کو مردہ جسم کے صحت مند اعضاء سے تبدیل کر دیا جائے اور ایک زندہ انسان کسی مردہ انسان کی دھڑکنوں سے اپنی زندگی کو آگے بڑھا رہا ہو۔

الغرض جس طرف نگاہ ڈالیں ایجادات و اختراعات نے دامانِ باغبان سے کفِ گل فروش تک ایک وادیٔ گل و لالہ کا سماں پیدا کر رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ فتوحات بہت عظیم ہیں۔ اس میدان میں سائنس اور انسانی عقل و خرد کی بلند پروازی لائقِ صد تحسین ہے۔ لیکن یہ امر قابلِ غور ہے کہ ان کارناموں نے کس حد تک انسانیت کو حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار کیا ہے۔ کیا ان سے انسان کی نیکی اور بھلائی میں کوئی اضافہ ہوا ہے؟ کیا کائنات کو مسخر کرنے والا انسان اپنے نفس کو مسخر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے؟ کیا ظلمت کدۂ ارض کو بقعۂ نور بنا دینے والی ہستی اپنے تاریک باطن میں کوئی قمقمہ روشن کر سکی ہے؟ ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا!
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

حقیقت یہ ہے کہ جوں جوں انسان کے مادی علم میں اضافہ ہو رہا ہے انسانی مسائل کی پیچیدگیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس کے پاس زندگی کے تمام وسائل موجود ہیں لیکن اسے جینے کا قرینہ نہیں آیا۔ تہذیب نو نے بہت سے مسائل و مصائب پیدا کر دیے ہیں۔ جو انسانیت کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اخلاقی اعتبار سے طمع و حرص، سنگدلی اور بے دردی، درندگی اور خون آشامی میں انسان کی سطح چوپایوں اور درندوں سے کسی طرح بلند نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے گویا آج کے انسان نے تمدن کی دہلیز پر بھی قدم نہیں رکھا ؎

خاک کا پتلا فلک کی سرحدوں کو چھو گیا
اور جسے انسان کہتے ہیں ابھی غاروں میں ہے

بے پناہ مادی وسائل کے باوجود انسان غربت و افلاس کا خاتمہ نہیں کر پایا۔ بحر و بر اور شمس و قمر کی تسخیر انسان کو اطمینانِ قلب کی دولت نہ بخش سکی۔ انسان قتل و غارت گری سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن ہر وقت اپنی بنائی ہوئی مشینوں کے ہاتھوں ہزاروں افرادِ انسانی کو موت کی وادی میں پہنچا رہا ہے۔ ہر وہ قدم جو نوعِ انسانی کی مادی ترقی میں آگے اٹھتا ہے۔ نئی خواہشات، نئے مسائل اور نئی مایوسیاں لاتا ہے۔ کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں یہ ترقی تباہی اور بربادی کے ان آلات کے ساتھ مربوط ہے جن سے انسانیت کے وجود ہی کو خطرہ لاحق ہے۔ خود غرضی اور نفس پرستی ساری انسانیت کے لیے ناسور بن چکی ہے۔ نئی نسل پچھلی نسل سے یکسر بیزار اور متنفر ہے۔ علم و فن کی ترقی اور مادی وسائل کی وسعت کے باوجود ایک ان جانا خوف، کوئی نامعلوم الجھن، کوئی لاشعوری ڈر اندر ہی اندر انسانوں کو چاٹ رہا ہے انسان نے جس معاشی انصاف کے لیے مذہب و اخلاق، تہذیب و روایات اور امانت و دیانت ہر چیز کی قربانی دے دی تھی وہ معاشی انصاف آج بھی ایک افسانہ ہے۔ روئے زمین کی طنابیں کھنچ جانے کے باوجود قومی، نسلی اور علاقائی تعصبات کی آگ خرمنِ امن کو خاکستر کر رہی ہے۔ انسانی زندگی سے امن و چین رخصت ہو گیا۔ ہر طرف ظلم و استبداد، مکر و دغا، جھوٹ اور فریب کاری کا چلن ہے۔ تجارت میں دھوکہ ہے، تعلقات میں تلخیاں ہیں۔ عدالتوں میں ناانصافی ہے، حکومت میں ظلم ہے، دولت میں بدمستی ہے، اقتدار میں غرور ہے، امانت میں خیانت ہے۔ غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی میں بگاڑ ہی بگاڑ ہے۔

اگرچہ انسان نے مظاہرِ فطرت کو مسخر کر کے اور ذروں کا جگر چیر کر بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے لیکن یہ امور بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ امن و سکون اور اطمینانِ قلب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اگر ان سے مذکورہ مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے تو یہ تمام ترقی بیکار محض ہے۔ مادی ترقی کے ان خوفناک نتائج پر خود مغرب کے اہل علم مضطرب ہیں۔

مشہور ماہر عمرانیات پروفیسر سارو کن لکھتا ہے۔

"بدیہی شہادتوں کے پیش نظر مجھے اس امر کا کاملاً اطمینان ہو گیا ہے کہ ہماری زندگی کا ہر شعبہ ہماری تنظیم اور ہماری سوسائٹی ایک زبردست بحران سے گزر رہے ہیں۔ جسم کا کوئی حصہ اور قلب و دماغ کا کوئی ریشہ ایسا نہیں جو صحیح طور پہ کام کر رہا ہو۔ ہمارے سارے بدن میں ناسور ہیں۔"

امر واقعہ یہ ہے کہ جس انہماک سے انسان نے مظاہر فطرت کو مسخر کرنے کا عمل جاری رکھا ہوا ہے اس نے انسان کے ذہن سے یہ بات بھلا دی ہے کہ وہ دراصل انسان ہے جو جسم و ذہن ہی نہیں روح بھی رکھتا ہے جس طرح جسم کے نشو و ارتقاء کے لیے غذا اور ذہن کی بالیدگی کے لیے علم کی ضرورت ہے۔ اسی طرح روح کے اطمینان کے لیے ایمان ناگزیر ہے۔ دورِ حاضر کے مفکر کے الفاظ میں کہ "انسانیت آج جہنم کے کنارے پر کھڑی ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ہمہ گیر تباہی کا خطرہ اس کے سر پہ منڈلا رہا ہے۔ کیونکہ یہ خطرہ ظاہری علامات ہیں۔ اصل مرض نہیں اصل وجہ یہ ہے کہ آج انسانیت کا دامن ان اقدارِ حیات سے خالی ہو چکا ہے۔ جن سے نہ صرف صحت مندانہ بالیدگی حاصل ہوتی ہے بلکہ حقیقی ارتقاء بھی نصیب ہوتا ہے۔

دورِ حاضر کا مشہور تاریخ دان اور فلسفہ تاریخ کا ماہر آرنلڈ جے ٹائن بی رقمطراز ہے:

"جدید انسان کا حال جوئے کے اس کھلاڑی کی طرح ہے جس نے اپنا داؤ بڑھاتے بڑھاتے یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اس کا بنک اکاؤنٹ، اس کی معاش اور اس کی زندگی سب بساط پر رکھے ہوئے ہیں۔ تعطل بڑا خطرناک ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ بازی مارنی چاہیے لیکن اسے اپنے ہنر پر بھروسہ نہیں جس کے بل پر اسے کامیابی ہو سکے۔ جو مسائل ہمیں درپیش ہیں وہ اس نوعیت کے نہیں کہ ان کا جواب تجربہ گاہوں سے دیا جائے۔ یہ اخلاقی مسائل ہیں اور سائنس اخلاق کے دائرہ میں کوئی دخل نہیں رکھتی۔ اپنے مسائل کو خالص مادی تدابیر سے حل کرنے کی ہماری موجودہ کوشش واضح طور پر ناکام ثابت ہو چکی ہیں اور ہمارے تمام بلند بانگ دعوے

مذاق بن کر رہ گئے ہیں۔ اپنی معاشرتی بیماریوں کو خدا کے بغیر حل کرنے کے نتائج ہمارے سامنے آ چکے ہیں۔ پس دورِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت ایک فوق الطبیعی ایمان کا احیاء ہے۔"

گویا انسانیت کو موجودہ بحران سے نکالنے اور بنی نوع انسان کو ہمہ گیر تباہی سے بچانے کے لیے ایک ایسے دین کی ضرورت ہے جو ترقی یافتہ دور میں انسانوں کے مسائل حل کر سکے اور انسانوں کو سکون و طمانیت کی متاعِ گرانمایہ سے نواز سکے۔ مسیحیت کی تاریخ اور سائنس و مسیحیت کے تصادم کی داستان اس امر کا بین ثبوت ہے کہ صرف وہی مذہب دورِ حاضر میں انسان کی فلاح اور سکون کا ضامن ہو سکتا ہے۔ جو انسان کا نجی معاملہ بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں عملی رہنمائی کرتا ہو۔

چنانچہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالتِ انسانی میں انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کا دعوے دار ہے۔ لہٰذا وقت کی اہم ترین ضرورت اور دکھی انسانیت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خمخانۂ حجاز سے اسلام کا زلالِ صافی لے کر تشنہ لبانِ حقیقت کو سیراب کیا جائے اور انسانیت کو اس دائمی اور مکمل ضابطۂ حیات سے روشناس کرایا جائے۔ کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جو فکر و نظر کو بالیدگی، عقل و خرد کو روشنی اور دلوں کو سکون و اطمینان بخشتا ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام۔ دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ آگاہ رہ کہ اللہ کا ذکر دلوں کو اطمینان بخشتا ہے۔

دورِ حاضر کے موجودہ انتشار و اضطراب کا حقیقی سبب مذہب و سیاست میں تفریق اور دین و دنیا میں دوئی کا تصور ہے۔ جس کے نتیجہ میں حاکمیت کی باگ ڈور بعض انسانوں نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے۔ جو خدا کے اقتدارِ اعلیٰ پر دست درازی کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ افکار و عقائد کی تخلیق کریں، شرائع و قوانین وضع کریں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لیے جو چاہیں نظام تجویز کریں۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت دونوں نے انسانیت کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور اسے ظلم و ستم کی چکی میں پیسا ہے۔ "عیسائیت" میں مذہب و سیاست کی تفریق درست ہے۔ کیونکہ عیسائیت ایک دین کی بجائے مذہب جو صرف عقائد و رسوم کی حد تک انسانوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے جب کہ اسلام عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، سیاست معاد غرض ہر پہلو سے کامل نظام ہے جس میں انسان کے لیے انسان کی بندگی اور غلامی کی نفی کر دی گئی

یادِ رفتگاں

محقق عصر

حضرت مولانا عبدُالحق نافع رحمۃ اللہ علیہ

خزینہ

عليك سلام الله يا رُوحَ نافع   ورحمته ما شاء ان يترحما
تحيّة حِبّ حين يشجو فؤاده   وأضحى بحال كاد أن يتحطّما
تحيّة قلب هائم متألم   ويرجو من الله الرحيم ترحّما
رحيم رؤف بالعباد غياثهم   يجود بعفو منه وتكرّما
رزيّة علم ثم فضل مصيبة   تفوق رزايا الدهر حقا محتّما
رثاءُ فقيد العلم ثم خلِّ رزيّة   تُقطّع قلبا هائما ومُتيّما
فيا ربّ أنزل من سحائب رحمة   على قبره ما كان أغزر أدوما

برادر محترم مولانا عبدالجمیل خطیب شاہی جامع مسجد شوگر مل چارسدہ سرحد نے جو مرحوم کے تلمیذ رشید ہیں، حضرت مرحوم کا مرثیہ عربی زبان میں ارسال کیا، ذیل میں وہ درج کیا جاتا ہے۔ مخاطب چونکہ اہلِ علم ہیں، اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

شیخ الحدیث علامہ محمد یوسف بنوری

مرثیہ

رُزئنا بشيخ العلم والجود والنُّهى   امام همام حجة الله في الورٰى
قسيم عميم عالم متبحّر   وجيه نبيه قائد الرشد والهدٰى
بصير باقدار الرجال وما حَوَوْا   خبير باسرار العلوم كمن يرٰى
مفسّر تنزيل محدِّث عصره   فقيه فخيم مقتدًى أوثق العرٰى
محقق آفاق مُوفّق ربّه   بعلمٍ لدُنّيٍ يرٰى حيث لا يُرٰى
ملاذي وأستاذي ومأواي مَوئِلي   وأسنٰى وأسخٰى أريحيٌّ الى الندٰى
أهذا جنون ام عَرَتْني غشيةٌ   ام الصّوع كالعشواء أخبط في الدجٰى
ام الظلمة الدهماء غطّت نهارنا   ام النكبة العظماء في المُدن والقرٰى
فما بعيوني لا ترى الشيخ نافعا   أم اضغاث أحلام بل اختاره القضا
مضى الشيخ عبد الحق للحق نافع   فغادرنا شعثا يتامٰى من النوٰى
سئمتُ حيوتي بعد شيخي وملجائي   فاودع نارا في الفؤاد في الحشا
فتجري عيوني دائما بعد نافع   الى ان يمُنّ الله في الحشر باللّقا
فكم من بكاء عند مرقد نافع   وكم من عويل ليس ينفعنا البُكى
فيا ربّ يا مولاىَ نوِّر ضريحه   وأكرمه في الفردوس بالرُّتب العُلى
وأنزله مسوور الديك كرامة   بمقعد صدقٍ راضيًا عنك مُرتضٰى
وأتمم له نورا وأجزل ثوابه   واحسن اليه سرمدا غير منتهى
ووفّق بنيه الصبر بعد فراقه   وخدمة علم الدين بالفعل والقوٰى
فهم ولد شيخ العصر سرّا أبيهم   قيادة اهل العلم منهم لنا الرّجا
أرى (واغفر اللهم) أرخ وفاته   فاوصله من عبد الجميل بما دعا

(بشکریہ بینات کراچی)

عہدِ فاروقی پر ایک نظر

خلیفۂ دوم امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب مریدِ رسولؐ ہیں مگر سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دربارِ الٰہی میں دعا فرمائی تھی کہ اے خداوندِ عالم دو اشخاص میں سے کسی ایک کو اسلام کا دست و بازو بنا دے حضورؐ کی یہ خواہش عمر بن خطاب کے قبولِ اسلام سے پوری ہو گئی اور دوسرا شخص اس نعمت سے محروم رہا جسے دنیا آج ابوجہل کے نام سے یاد کرتی ہے آپ کے مرتبے کا اندازہ کرنا ہے تو غور فرمائیے کہ حق تعالیٰ نے تین مواقع پر وحی کے ذریعے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید فرمائی۔ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر نہ چھوڑنے کے بارے میں، پردے کے بارے میں اور اس منافق کو قتل کر دینے کے بارے میں جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؓ سے فیصلہ کرانا چاہا۔

قرآن پاک نے کسی شخص کا مرتبہ یا مقام جانچنے کے لیے تقویٰ کو معیار ٹھہرایا ہے "بلاشبہ تم میں سے زیادہ عزت والا وہی ہے جس کے اندر زیادہ تقویٰ ہو" (الحجرات)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام اس معیار پر بھی نہایت بلند ہے وہ خشیتِ ایزدی اور خوفِ خدا کی ایک جامع تصویر تھے ایک بار لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اور منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا کہ ایک وقت تھا جب میں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اور میرا باپ مجھے ذرا سی غلطی پر سخت سزا دیتا تھا۔ یہ کہہ کر منبر سے نیچے اتر آئے۔ لوگوں نے کہا۔ امیر المومنین! یہ بات یہاں بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا۔ دل میں ذرا سا غرور آ گیا تھا۔

قحط کے زمانہ میں باوجود امیر المومنین ہونے کے وہی کچھ کھایا جو سب نے کھایا یعنی باجرے کی روٹی، یہ قحط آٹھ نو ماہ رہا جب پیٹ گڑھ گڑھ کرتا تو کہتے گڑھ گڑھ کر یا کڑھ کڑھ کر کھانے کو یہی ملے گا جو دوسرے کھاتے ہیں۔ ایک بار بیت المال کے اونٹ ڈھونڈنے کے لیے خود نکل گئے۔ کسی نے کہا غلام بھیج دیتا تھا۔ مجھ سے بڑھ کر اور غلام کون ہے۔

سفرِ بیت المقدس میں غلام ساتھ تھا مگر سواری کے لیے اونٹ ایک تھا تاکہ مسلمانوں کے بیت المال پر زیادہ بوجھ نہ پڑے سفر میں ایک منزل خود سوار ہوتے اور ایک منزل غلام سوار ہوتا جب بیت المقدس پہنچے تو دنیا نے چشمِ حیرت سے دیکھا کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور جس فرمانروا کے دبدبے سے دنیا تھراتی تھی مہار اس کے ہاتھ میں تھی۔ شانِ فاروقی کا یہ وہ نمونہ ہے جس کی مثال قیامت تک پیش نہیں کی جا سکتی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نہ صرف خود تقویٰ اختیار کیا بلکہ تقویٰ والوں کی عزت و منزلت بھی دنیا سے بڑھ کر کی اپنی بہو اس لڑکی کو بنانا پسند کیا۔ جو رات کے وقت اپنے گھر کے اندر ماں کے کہنے پہ دودھ میں پانی ملانے پر انکار کر رہی تھی۔ کیونکہ امیر المومنین کا حکم تھا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، ماں نے کہا اس وقت امیر المومنین نہیں دیکھ رہے تو بیٹی نے شانِ اتقاء سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔

اصولِ جہانگیری و جہانبانی

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصولِ جہانگیری و جہانبانی کے ایسے بلند و بے مثال اصول مدون کر دیئے جو قیامت تک کے لیے فرمانروایانِ عالم کے لیے قابلِ تقلید ہیں وہ منظم جماعت کو ہر شے پر مقدم رکھتے تھے انہوں نے حریتِ فکر پہ ذرا برابر بھی پابندی نہ لگائی۔ لیکن منظم جماعت اور حریتِ فکر کے تصادم کو روکنے کے لیے جدل مقیم کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ آپ کمزوری کو ہر روپ میں برا سمجھتے تھے "محرومی سرمایہ قوت نہیں، نادار کہلوانے کے شوق میں مریضوں کی طرح بولنا اور چیونٹی کی چال چلنے کا زہد سے کوئی واسطہ نہیں۔" فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ظالموں کے لیے برقِ غضب اور مظلوموں کے لیے شمشیر بدست عادل تھے۔

کسی نے کہا۔ امیر المومنین! اپنی صحت کا خیال رکھئیے اچھا کھائیے۔ کیونکہ آپ پہ سارے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ آپ نے فرمایا "فرض کرو۔ تم چند آدمی میرے ساتھ سفر پہ نکلو اور اپنا مال میرے پاس جمع کرا دو۔ تاکہ میں راستے میں کھانے اور قیام کا بندوبست کروں تو کیا تم پسند کرو گے کہ میں اپنے لیے اچھا کھانا اور اچھی رہائش کا انتظام کروں اور تمہارے لیے معمولی کھانے اور معمولی رہائش کا بندوبست کروں؟"

احساسِ ذمہ داری اور فرض شناسی کا یہ عالم تھا کہ فرماتے "اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھوک سے مر جائے تو روزِ قیامت اس کی پوچھ مجھ سے ہو گی"

دبدبۂ فاروقی سے مسلمان تو مسلمان قیصر و کسریٰ بھی کانپتے تھے اس کے باوجود لوگوں کی آزادیٔ رائے کو ہمیشہ قائم رکھا اور ان کی زباں بندی کبھی نہ کی۔

مالِ غنیمت کی چادر سے بننے والے کرتے پر اعتراض کا جواب

عمرؓ دعائے پیمبرؐ عمرؓ مرادِ رسولؐ

عمرؓ جری و عمرؓ جرأت و عمرؓ جانباز
عمرؓ قوی و عمرؓ قوت و عمرؓ ممتاز
عمرؓ حدیثِ شجاعت حکایتِ شمشیر
عمرؓ فسانۂ غزوات، قصۂ توقیر
عمرؓ وقارِ قیادت، عمرؓ شکوہ جہاد
عمرؓ مجاہدِ بے باک و بندۂ آزاد
عمرؓ رفیع و عظیم و عمرؓ عروج و فراز
عمرؓ بلند عزائم عمرؓ فلک پرواز
عمرؓ میان سے نکلی ہوئی ننگی تلوار
عمرؓ کی ذات سراپا اشداء علی الکفار
عمرؓ کا نام شکوہ و جلال کا مظہر
عمرؓ کی شان سزاوارِ عظمتِ منبر
عمرؓ کے نام سے طاغوت لرزہ براندام
عمرؓ کی سطوت و ہیبت سے سرنگوں اصنام
عمرؓ بشارتِ شوکت عمرؓ نوید ظفر
عمرؓ کے پاؤں تلے تختِ کسریٰ و قیصر
عمرؓ قبول و عمرؓ قابل، عمرؓ مقبول
عمرؓ دعائے پیمبرؐ، عمرؓ مرادِ رسولؐ
عمرؓ ضیائے حقیقت عمرؓ رسول صفات
عمرؓ اذانِ محبت، عمرؓ نشانِ حیات
عمرؓ سیادتِ اعلیٰ امامتِ کبریٰ
عمرؓ صداقتِ اولیٰ شہادتِ عظمیٰ
عمرؓ خاصۂ خاصانِ مومنینِ کرام
عمرؓ خلیفۂ برحق عمرؓ امیر و امام
عمرؓ مشیرِ پیمبرؐ، عمرؓ سفیرِ نبیؐ
عمرؓ رفیقِ غنیؓ ہے عمرؓ شفیقِ علیؓ

عمرؓ کے نام پہ لاکھوں شہادتیں قربان
عمرؓ کی خلافت پہ صد ہا ولائتیں قربان

(بشکریہ الصیانی)

بھی نہایت خندہ پیشانی سے دیا۔ حق یہ ہے کہ حریت فکر کی جو شمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روشن کی تھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف اسے قائم رکھا بلکہ اس کی جوت دوبالا کی لیکن اس کے باوجود اپنے عہد خلافت میں کسی بڑے سے بڑے جنرل کو خود سر نہیں ہونے دیا۔

جب رب قدیر نے سیدنا سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سر پے در پے فتوحات کا سہرا باندھا، تو بعض لوگ فتوحات کا سبب حقیقی نصرت الٰہی کے بجائے سیدنا سیف اللہ خالدؓ کی شجاعت و تدبیر کو سمجھنے لگے تو اس غلط تصور کو مٹانے کے لیے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا سیف اللہ کو جرنیلی کے عہدہ سے علیحدہ کرکے ایک سپاہی کی حیثیت سے لڑنے کا حکم دیا جس کی خندہ پیشانی سے تعمیل کرکے جہاں سیدنا سیف اللہؓ نے عالی ظرفی اور عظمت کا سکہ اوراقِ تاریخ پر ثبت کر دیا۔ وہاں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا اقدام توحید اور حفاظتِ دین، ان کی بصیرت، تدبیر، اتقا اور دبدبہ کو اجاگر کرتا ہے اور اس کے بعد کی فتوحات سے مسلمانوں کے ذہن نشین کرا دیا کہ فتوحات کا سبب حقیقی نصرت الٰہی ہے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کے ساتھ ہمیشہ انتہائی احسان و مروت کا سلوک برتا۔ ان کو ہمیشہ قانونی تحفظ دیا گیا۔ کبھی کسی غیر مسلم کو قتل نہیں کرایا۔ ان کے حقوق کا یہاں تک پاس رکھا کہ جب بیت المقدس کے پادریوں نے آپ کے تقویٰ سے متاثر ہو کر آپ سے درخواست کی کہ ہمارے گرجے میں نماز ادا کریں تو عدالتِ فاروقی نے بصیرت کی بنا پر یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں گرجے میں نماز ادا نہیں کروں گا۔ مبادا کہ بعد میں مسلمان اس بات کو حجت بنا کر گرجے کو مسجد بنانے کا خیال کریں۔ اللہ اللہ غیر مسلموں کے ساتھ عدل و احسان، احتیاط و ذمہ داری اور حسن سلوک کی یہ غیر فانی نظیر فاروق اعظم ہی نے قائم کی ہے۔

مساوات و مواخات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حریت، اخوت اور مساوات کا ایک عظیم مجسمہ تھے جن کی مثالوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ ایک بدو کی بیوی کی دایہ کا کام امیر المومنین کی بیوی نے انجام دیا اور اس کے چولہے میں امیر المومنین آگ جلاتے رہے خدمت خلق کی اس سے بہترین مثال کون حکمران پیش کر سکتا ہے۔

قادسیہ کے قیصر روم کے قاصد کو سیدنا فاروق اعظم رضؓ مدینہ سے باہر ملے اور اس کے اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور حالات پوچھتے رہے۔ مدینہ پہنچ کر جب قاصد پر امیر المومنین کی شخصیت عیاں ہوئی تو ورطہ حیرت میں ڈوب کر پوچھنے لگا۔ کہ آپ نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ آگاہ کیا۔ کہ آپ ہی امیر المومنین ہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جو اپنے امارتوں، منصبوں، شخصیتوں، طبقوں اور نسلوں کی بڑائی کے بت کو پاش پاش کرکے زمین بوس کر دیا۔ فرمایا:

"مسلمان سب برابر ہیں"

چنانچہ مورخ میور اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۹۶ پر لکھتا ہے۔

ترجمہ: "بھائی چارہ کی بنا پر خلافت کی تمام آمدنی کو آپس میں مساوی تقسیم کرنے والی اس قوم کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی ہے"

یہ وہی سیدنا فاروق اعظمؓ ہیں جو ۶ نبوی میں اسلام لائے اور جنہوں نے ۱۰ ہجری تک ۱۷ سال رسالتمآبؐ کی وزارت کے فرائض انجام دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بقول عبد اللہ ابن مسعودؓ جب اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت ان بھیڑ بکریوں کی سی ہو گئی جو موسم سرما کی طوفانی برساتی رات میں گلہ بانی کے بغیر حیران و پریشان ہوں تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے ہی ملت کے بیڑے کا کھیون ہارا ایسے شخص کو مقرر کرایا جس کے مقدر میں بیڑے کو صحیح سالم منزل پر پہنچانا لوح محفوظ میں ثبت ہو چکا تھا۔

دورِ صدیقی میں بھی قلمدانِ وزارت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ہی رہا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بطور امیر المومنین جہانبانی و جہانگیری کے وہ کارہائے نمایاں سر انجام دیئے کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اس انتہا کی ابتدا یہ تھی کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی کی بدولت مسلمانوں نے مکان سے نکل کر کعبے کی مقدس سرزمین پر نماز ادا کی اور فردوسی جیسے متعصب شیعہ کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ

عمر کرد اسلام را آشکار
بیاراست دیں را چو باغ و بہار

خصوصی دینی خدمات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اجتماعی زندگی کی اساس عقیدہ اور دین کو قرار دیا۔ دینی امور میں اجتہاد کرنے میں خصوصی مقام رکھتے تھے۔ ان کی رائے کو مسلمانوں نے اکثر و بیشتر حجت تسلیم کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ پر اس حد تک اعتماد تھا کہ ایک بار آپ کی غیر موجودگی میں فرمایا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں، اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اسے مانتے ہیں۔ حدیث نبوی کی صحت کا معیار سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی نے قائم کیا۔ جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات منسوب کی تو کہا۔ دو گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پشت پر میرا درہ ہوگا۔ یہ درہ معمولی درہ نہ تھا بقول میور عمرؓ کا درہ دوسروں کی تلوار سے زیادہ ہیبت ناک تھا۔

توحید کو ہر میل سے پاک رکھنے کے لیے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت اس لیے کٹوا دیا کہ مسلمانوں نے اسے زیارت گاہ بنا لیا تھا۔

تراویح کی نماز باجماعت کو آپ نے رواج دیا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے عمر کا اسلام ہماری فتح، ان کی ہجرت ہماری کامیابی اور ان کی امارت ہماری کامیابی تھی جب تک عمر اسلام نہ لائے تھے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش کو مجبور کر دیا کہ مسلمانوں کو کعبے میں نماز سے نہ روکیں۔

سیدنا صہیب بن سنانؓ فرماتے تھے جب عمر مسلمان ہوئے اسلام کھل کر سامنے آگیا اور اس کی دعوت اعلانیہ دی جانے لگی۔ ہم کعبے کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے اور بیت اللہ کا اعلانیہ طواف کرتے زیادتی کرنے والوں سے بدلہ لیتے اور دریدہ دہنی کرنے والے کو منہ توڑ جواب دیتے۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے حضرت عمرؓ کی زبان سے ہم نے ہمیشہ اطمینان بخش ہی بات سنی (مشکوٰۃ ۳ : ۲۲۴) نیز وہ فرماتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ عمر بن الخطاب کے سوا کسی مسلمان نے مکے سے ہجرت اعلانیہ کی ہو۔

نبی برحقؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری کیا ہے اور دل کو حق کی آماجگاہ بنایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے تاکہ ان کی اصابت رائے اور بصیرت سے مسلمانوں کے لیے استفادہ کیا جا سکے خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسا کیا۔ (بشکریہ الصحابی)

خدام الدین !
خود پڑھیئے
دوسروں کو پڑھایئے !

اخلاص

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے جب میں مکہ معظمہ میں تھا ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ کیا میرے بال بھی خدا کے لیے کاٹ دو گے؟ اس نے کہا "ہاں"

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ابھی تک اس خواجہ کی حجامت پوری نہ ہی تھی کہ حجام نے اس سے کہا "آپ اٹھ جائیے، کیونکہ جب خدا کا نام درمیان میں آگیا میں نے سب کچھ پالیا"

پھر مجھ کو بٹھایا، میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے بال مونڈ دیئے۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا جس میں ریزگاری تھی اور مجھ سے کہا "اس کو اپنی ضرورت پر خرچ کرنا"۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ اول جو کشائش مجھے نصیب ہوگی تو میں اس شخص کے ساتھ مروت کروں گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ یہ تھیلی لے کر میں اس حجام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے تھیلی اسے دی تو اس نے کہا "یہ کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "میری نیت یہ تھی کہ جو مجھے اول کشائش ملے گی وہ میں تجھے دوں گا" یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا:

"تجھے خدا سے شرم نہیں آتی؟ تم نے مجھے کہا تھا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے اور اب بدلہ لے کر آیا ہے؟ بھلا تو نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لیے کام کرے اور عوضانہ طلب کرے"

خیر و برکت کے زرّیں اُصُول

محترمہ عزیزہ فاطمہ چھٹہ کولوتارڑ۔ گوجرانوالہ

- خدا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، جو شریک ٹھہرائے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ میں اسے دوزخ میں پھینکوں گا اور وہ کبھی بھی نہیں بخشا جائیگا۔
- اللہ تعالےٰ کی نعمت جس بندے پر زیادہ ہوتی ہے۔ اس بندے پر لوگوں کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔
- اے بلال رضؓ! خرچ کر اور صاحب عرش سے کمی کا خوف مت کر۔
- اہل ہوں یا نا اہل، نیکی مستحق اور غیر مستحق دونوں کے ساتھ کر۔ اگر تو نے مستحق کے ساتھ کی تو وہ اس کا مستحق تھا اور اگر وہ نیکی کیے جانے کا مستحق نہ تھا تو تو نیکی کرنے کا اہل تھا۔
- تو خدا کو یاد رکھ، خدا تیری حفاظت کرے گا۔
- تو اللہ کو یاد رکھ تو اس کو سامنے پائے گا۔
- تم اللہ کو راحت میں نہ بھولو۔ وہ تمہیں مصیبت میں نہ بھولے گا
- دنیا میں مہمان کی طرح رہو۔
- اسلام کی اشاعت کرو، کھانا کھلاؤ۔ آپس میں رشتہ داروں سے میل جول قائم رکھو۔ اور نماز رات کو اس وقت پڑھو، جب کہ لوگ سو رہے ہوں جنّت میں سلامتی سے داخل ہو گے۔
- تم اپنے وضو کو کامل کرو (یعنی ادھورا وضو نہ کرو) اللہ تمہارا شیرازہ بندھا رکھے گا۔
- تم اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کو اچھے آداب سکھاؤ۔
- پاک حالت میں سویا کرو (باوضو سویا کرو) اگر تم مر گئے تو وہ شہادت کی موت ہو گی۔
- بڑے کی عزت کرو اور چھوٹے پر رحم کرو تمہیں جنّت میں مجھ سے ملاقات نصیب ہو گی۔
- تم معاف کرو، تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔
- تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔
- اپنے گھر والوں کو سلام کیا کر، تیرے گھر خیر و برکت زیادہ ہو گی۔
- میری امت میں تم جس (مسلمان) سے ملو سلام کرو تمہاری نیکیاں زیادہ ہوں گی۔
- گناہ کم کرو، موت تجھ پر آسان ہو گی۔
- دنیا میں ہم یہ دھوکہ کھاتے ہیں کہ گویا موت غیروں کے لیے لکھی گئی ہے (یعنی ہم کبھی مرنے والے نہیں)
- جو شخص کسی حاکم مقتدر کے پاس رسوخ کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی کو نیک کام میں مدد دے گا یا اس کی حاجت اور مشکل کو پورا کرے گا۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز اس کو پُل صراط پار کرنے میں مدد دے گا۔
- جو شخص بغیر بلائے کھانے کے لیے گیا تو وہ چور کی طرح داخل ہوا اور لٹیرے کی طرح نکلا۔
- جو شخص اللہ تعالےٰ کا چالیس روز مخلص بندہ رہے گا تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہوں گے۔
- جو کسی پشیمان کے گناہ معاف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی لغزشیں قیامت کے دن معاف کر دیگا۔
- جو شخص کسی تنگ دست کے لیے کشایش پیدا کرے گا اللہ تعالےٰ اس کے لیے دنیا میں اور آخرت میں کشائش پیدا کرے گا۔
- اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی پر جھوٹی تہمت یا الزام لگائے گا تو قیامت کے روز اس کے قتل کا بدلہ لیا جائے گا۔
- جس کے لیے خیر کا دروازہ کھولا گیا اسے چاہیے کہ وہ اس موقع کو غنیمت سمجھے کیونکہ نہ معلوم کب بند ہو جائے۔
- جس کو اپنی خطائیں ناپسند ہوں اس کو معاف کیا جائے گا اگرچہ اس نے مغفرت نہ چاہی ہو۔
- جو اللہ سے ملنے کی توقع رکھے گا، اللہ تعالےٰ بھی اس کو ملنا چاہے گا۔
- جس کی نماز رات میں زیادہ ہو گی وہ دن میں خوش رہے گا۔
- جس کو اپنی نیکیاں پسند آئیں اور برائیاں ناپسند ہوں وہ مومن ہے۔
- جو شخص کسی کی خطا سے درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے درگزر فرمائے گا۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

تھے اور آخر شب بوقت سحر مغفرت طلب کیا کرتے تھے اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے محتاج کا حق ہوتا تھا۔ وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات آیت ۱۹)

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"سحر کو اٹھ کر اپنا معاملہ خدا تعالےٰ سے صاف کر لیا کرتے تھے (اور) انفاق فی سبیل اللہ بھی کیا کرتے تھے"

لیکن آج کی دنیا میں دولت کو وجہ تفاخر قرار دیا جاتا اور اسی لحاظ سے معاشرے میں بعض لوگوں کو بلند مقام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے دن لوٹ کھسوٹ بددیانتی اور دوسروں کا حق غصب کرنے اور کمزوروں پر ظلم ڈھانے میں گزرتے ہیں اور ان کی راتیں لہو و لعب اور حرامکاریوں میں بسر ہوتی ہیں۔ وہ لوگ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ احکام الٰہی کی شب و روز نہ صرف خلاف ورزیاں کرتے ہیں بلکہ دین و شریعت کی کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں، اہل دین کا تمسخر اڑاتے ہیں، معاشرے کے کمزور، پسماندہ اور مفلس افراد کے جو حقوق ان نافرمان اہل سیم و زر پر عائد ہوتے ہیں اور ان کے مالوں میں غریبوں مسکینوں کا جو حق اللہ نے متعین فرما دیا ہے اسے وہ کبھی ادا کرنے کا نام نہیں لیتے۔ اس طرح ارباب دولت کی شدید سیاہ کاریوں اور بد عملیوں سے انسانی معاشرہ ان گنت مسائل و مشکلات سے دوچار ہو جاتا ہے۔ معاشی، اخلاقی اور نظم و ضبط کی بے شمار برائیاں حرام دولت کی پیداوار ہیں۔ ان کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے فرائض پہچانے اور اپنی ذمہ داریاں خلوص نیت سے ادا کرے۔

ہمارا موجودہ پاکستانی معاشرہ اس طرح کی شدید معاشی ناہمواری کا شکار ہو چکا ہے۔ اگرچہ ہمارے ہر دور کے حکمرانوں نے اسے مٹانے کا دعوےٰ اور وعدہ کیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی —— گورے انگریز کے بعد کالے انگریزوں نے اس کی جگہ لے لی حکمران بدلتے رہے۔ افراد بدلتے رہے مگر نظام نہیں بدلا گیا۔ دنیا میں ہر عروج کے لیے زوال اور ہر زندگی کے لیے موت ہے — غیر ملکی حکمرانوں کی پیدا کردہ برائیوں کا آزادی کے بعد ستائیس برس تک باقی رہنا اور پھیلتے رہنا اب کسی بڑی تبدیلی کو آواز دے رہا ہے جو اس نظام کو بدل دے گی۔ اور اس کے بعد دو ہی صورتیں ہوں گی۔ اول یہ کہ ہر فرد کو فطری آزادی میسر آجائے گی اور اسلام کا نظام عدل و مساوات، ظلم و استحصال کے دروازے بند کر دے گا۔ دوسرے یہ کہ انسان کی فطری آزادی سلب ہو جائے گی پورا انسانی معاشرہ جابر قانونی شکنجے میں جکڑ دیا جائیگا چند انسانوں کے دماغ آمرانہ حکمرانی کریں گے جو لوگ آج آزادی کے ساتھ اپنے رب کے احکام پر عمل نہیں کرتے پھر مجبوراً اپنے ہی جیسے انسانوں کی گرفت میں ہوں اور کمیونزم جیسا لادینی نظام موجودہ طبقاتی اونچ نیچ کو جبراً مٹا دے گا۔

اسلامی نظام حیات کو عملاً مسترد کرنے کا مطلب عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ موجودہ بیمار معاشرے کو موت آکر رہے گی۔ ظلم و استحصال اور نا انصافیوں، زیادتیوں کا ہمیشہ باقی رہنا محال ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ پاکستان میں حکمرانوں کو اسلام کے نفاذ کی اور قول و عمل کے تضاد سے توبہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تنقید و تبصرہ

مطبوعات جدیدہ

تعارف و تبصرہ کیلئے مطبوعات کی دو جلدیں دفتر میں ارسال کرنا ضروری ہیں۔ (ادارہ)

(جناب آزاد شیرازی)

مولانا ابوالکلام آزاد نے برصغیر پاک و ہند (و بنگلہ دیش) کے بارے میں کہا تھا ؟

قارئین محترم! آپ خیال فرمائیں گے کہ میں نے کتاب کا نام لکھے بغیر تبصرہ شروع کر دیا ہے۔ لیکن یقین کیجیے کہ حکیم یا ڈاکٹر احمد حسین کمال صاحب کے فن کا یہی کمال لازوال ہے کہ ان کی تازہ ترین تالیف و ترتیب کردہ کتاب کا نام "مولانا ابوالکلام آزاد نے برصغیر پاک و ہند (و بنگلہ دیش) کے بارے میں کیا کہا تھا؟" ہے — مگر اطمینان رکھیے کہ یہ کتاب اپنے طویل و عریض نام کے مانند خود اتنی جسیم و مجسم و تضخیم ہرگز نہیں ——— البتہ راقم الحروف اس کتاب کے لمبے چوڑے نام سے اس درجہ مرعوب ہوا کہ ہفتہ عشرہ تک اسے اپنے سرہانے رکھ کر اس پر تبصرہ کرنے سے عمداً گریز کرتا رہا — اور کئی راتیں اس کا مختصر متبادل نام سوچتے سوچتے آنکھوں میں کٹ گئیں لیکن مجھے اعتراف ہے کہ ۱۹۷۴ء میں چھپنے والی اس کتاب کا نام ۱۹۴۷ء رکھنے پر بھی اس کے طول و عرض اور کیف و کم کو مختصر نہیں کیا جا سکا۔

پورے ایک سو چوالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب جناب احمد حسین کمال نے مرتب فرمائی ہے — قیمت بارہ روپے ہے اور اسے جمعیۃ اکادمی۔ سی ۱۵۳ — کورنگی نمبر ۶۔ کراچی ۳۱ نے شائع کیا ہے۔

جناب احمد حسین کمال ایک مدت تک جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے دفتری و اخباری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے رہے ہیں۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد کے خاندان سے قریبی تعلق کے دعویدار بھی ہیں

کتاب کے عنوان کا جس متن سے تعلق ہے حسن اتفاق سے وہ صفحہ ۴۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۷۴ پر اختتام پذیر ہوتا ہے اور علم الاعداد سے اپنی گہری وابستگی کے باعث راقم الحروف اسے محض حسن اتفاق نہیں حسن ترتیب قرار دینے پر مجبور ہے۔ ان ۲۸ صفحات میں مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے ہندوستان کی آزادی، برطانوی سیاست، تقسیم ہندوستان، قیام پاکستان، پاکستان کا مستقبل، بنگال کی علیحدگی کا امکان اور پنجاب سندھ سرحد کے درمیان کشیدگی کے اندیشوں کے موضوعات تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ صفحات مولانا کی آخری انگریزی کتاب "انڈیا ونز فریڈم" غیر مطبوعہ روزنامچہ اور مختلف تحریروں اور تقریروں سے اخذ کیے گئے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے نزدیک اگرچہ اسلامی تعلیمات نسلی، لسانی، معاشی اور سیاسی حد بندیوں سے بالاتر ہیں لیکن وہ تاریخ کے حوالے سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری کے بعد مسلمان ممالک صرف اسلام کی اساس پر اپنے آپ کو متحد نہیں کر سکے۔ اس لیے مولانا اس بات کو ہرگز نہیں مانتے کہ صرف مذہبی یگانگت دو ایسے علاقوں کو متحد رکھنے کے لیے کافی ہے جو جغرافیائی، معاشی، لسانی اور معاشرتی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں۔ اور اسے فریب دہی اور خود فریبی قرار دیتے ہیں — اس کے باوجود وہ پاکستان اور ہندوستان کو سمجھاتے ہیں کہ وہ باہم دوستانہ تعلقات بڑھائیں۔ اور اشتراک عمل کریں کیونکہ دونوں ملکوں کا فائدہ اور سلامتی اسی میں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا ابوالکلام کا یہ مشورہ نہایت صائب تھا۔ لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کی ساری حکومتوں نے بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے اور اشتراک عمل کی پالیسی پر عمل کیا۔ لیکن مسٹر نہرو نے مولانا ابوالکلام کا یہ مشورہ قبول نہیں کیا بلکہ بھارتی حکومت نے دور اول سے آج تک پاکستان کی اس پالیسی کو اس کی کمزوری پر محمول جانا اور پاکستان کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور پچیس برس کی جدوجہد کے بعد پاکستان کے ایک حصے کو بالآخر ختم کر کے دم لیا۔ اور باقیماندہ حصہ بھی اس کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔

اس کتاب میں درج مولانا ابوالکلام کے فرمودات پڑھ کر ہم ان کی دوررس بصیرت کی داد تو دے سکتے ہیں لیکن ایک پاکستانی کی حیثیت میں ان سے اپنے مستقبل کا کوئی لائحہ عمل مرتب نہیں کر سکتے۔

فاضل مرتب نے کتاب کی پیش کش کے زیر عنوان لکھا ہے کہ کیا اس نئے پاکستان کے بارے میں بھی ویسے ہی اندیشے ظاہر کیے جا سکتے ہیں جیسے پرانے پاکستان کے بارے میں کیے گئے تھے۔ ان سوالوں کا جواب مستقبل کی تاریخ ہی دے گی لیکن جناب ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے رفقائے خاص کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہی ہے۔

راقم الحروف بصد ادب گزارش کرتا ہے کہ یہ چیلنج صرف بھٹو صاحب اور ان کے رفقاء کے سامنے نہیں بلکہ مغربی پاکستان میں رہنے والے ایک ایک فرد کے لیے ہے۔ پوری پاکستانی قوم کے لیے ہے۔ اور اپنے مستقبل کی تابناکی یا ہلاکت ابدی کی ذمہ داری قوم کے ایک ایک فرد پر لازم آئے گی۔ کیونکہ ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مولانا ابوالکلام نے ص ۶۸ اور ص ۶۹ پر لکھا ہے کہ کابینہ مشن کا منصوبہ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں نے منظور کر لیا۔ اس کے بعد جواہر لعل نہرو کانگرس کے صدر منتخب ہو گئے اور انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ "کانگریس کابینہ پلان کی پابند نہیں ہوگی" اس پر مسٹر جناح نے اعلان کر دیا کہ "اب مسلم لیگ بھی اس منصوبہ کی پابند نہیں رہی"

اس واقعہ پر مولانا نے یہ تو لکھ دیا ہے کہ نہرو کی زبان سے ایک ایسا جملہ نکل گیا جس کی بنیاد پر مسٹر جناح کو واقعہ ہاتھ آ گیا کہ وہ کابینہ پلان کی منظوری سے خود کو علیحدہ کر دیں لیکن اس کی ذمہ داری نہرو پر نہیں ڈالتے کہ انہوں نے جناح صاحب کو یہ موقع کیوں فراہم کیا؟

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کتاب کے ص ۴۷ تا ص ۷۴ اصل کتاب کے مندرجات پر مشتمل ہیں۔ باقی صفحات مولانا ابوالکلام کی شخصیت کے بارے میں ہیں۔ نیز قیام پاکستان کے بعد لکھنؤ میں اسلامیان ہند کے اجتماع سے مولانا کے خطاب اور جامع مسجد دہلی میں مرحوم کے ایک تاریخی خطبہ پر مشتمل ہیں۔ اس تاریخی خطبے کے بارے میں بعض حضرات یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ محض افسانہ ہے

کتاب میں مولانا غلام رسول مہر کے مؤلف کتاب کے نام چند خطوط بھی شائع کیے گئے ہیں — اور آخر میں مسٹر ایچ ایچ عباسی نامی ایک سرکردہ مسلم لیگی کے اہم مقالہ کا اقتباس بھی نقل کیا گیا ہے۔

اسی میں کوئی شک نہیں کہ جناب احمد حسین کمال کی یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور برصغیر ہند و پاکستان کی گزشتہ صدی کی سیاسی کشمکش کے بارے میں نہایت مفید معلومات کی حامل ہے۔ لیکن یہ کتاب اس لحاظ سے تشنۂ تکمیل ہے کہ موجودہ حالات میں اسلامیان پاکستان کے سامنے مستقبل کا کوئی لائحہ عمل پیش نہیں کرتی۔

کتاب کا آغاز "اگر یہ ممکن ہو سکتا تو" کے جملے سے ہوتا ہے جو ذوق سماعت کو نہایت ناگوار گزرا

بچوں کا صفحہ

حضرت عزیر علیہ السلام

ابو الریاض لائلپور

پیارے بچو! تیسرے پارہ کے دوسرے رکوع میں ایک واقعہ آیا ہے۔ آج ہم آپ کو وہ واقعہ سناتے ہیں بخت نصر ایک بڑا ظالم بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے بیت المقدس جیسے متبرک شہر کو ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے معزز لوگوں کو بے عزت کر کے قید کر لیا شہر کی عمارتیں تباہ و برباد کر دیں نیز تمام باغات وغیرہ اجاڑ دیے اور تمام شہر اور اس کا ارد گرد سنسان بنا دیا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ اس ظالم نے ان کو بھی قید کر لیا۔ جب آپ اس کی قید سے رہا ہوئے اور بیت المقدس کے پاس سے گزرے تو اس کو برباد دیکھ کر دل میں خیال لائے کہ مولا کریم! یہ عظمت والا شہر پھر بھی کبھی آباد ہو گا۔

اسی خیال میں وہ شہر کے باہر سستانے کو ٹھہر گئے۔ اور اپنی سواری ایک درخت سے باندھ دی — خداوند کریم نے فرشتے کو حکم دیا کہ ان کی جان قبض کر لی جائے۔ یہ قبل دوپہر کا وقت تھا اور آپ اس طرح سو سال سے زیادہ مدت تک وہیں پڑے رہے۔ آخر کار خداوند کریم نے ان کو دوبارہ زندہ کیا اور پوچھا اے عزیرؑ! یہاں آپ کتنا عرصہ پڑے رہے ہیں۔ آپ نے کہا۔ دن یا دن کا کچھ حصہ یعنی چند گھنٹے — اس پر خداوند کریم نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ آپ یہاں سو سال سے زیادہ عرصہ تک پڑے رہے ہیں۔ فرمایا۔ اپنا کھانا پینا دیکھو۔ دیکھا تو وہ جوں کا توں تازہ تھا۔ بڑے حیران ہوئے۔ پھر مولا کریم نے فرمایا۔ اپنے گدھے کی طرف دیکھو۔ اس کی طرف نظر دوڑائی تو بوسیدہ ہڈیوں کا ایک پنجر تھا۔ پھر اور بھی متعجب ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ دیکھو۔ ہم آپ کے سامنے آپ کے گدھے کو زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھنے لگا — اور آن واحد میں آپ کی سواری گدھا زندہ ہو گیا۔ فرمایا۔ یہ میری قدرت کے نشان ہیں۔ جسے آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ گویا عین الیقین ہو گیا۔ پھر حضرت عزیر علیہ السلام نے شہر پر نظر ڈالی تو وہ اپنی پوری عظمت کے ساتھ آباد تھا۔ سب ویرانے آباد تھے اور شہر کو پرانی عظمت مل چکی تھی۔ اس سارے مشاہدے کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام سجدے میں گر پڑے اور فرمایا۔ واقعی مولا تُو ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جب چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ تیرے آگے کوئی مشکل مشکل نہیں ہے (دراصل اس سو سال کے دوران میں دوسرے بادشاہ نے شہر کو آباد کر دیا تھا)

پیارے بچو! یہ خدائی طاقت ہی تھی جس نے کھانے کو گرم رکھا۔ گویا دنیا کی گرمی اور سردی کا اثر ہی نہ ہونے دیا۔ گویا اس کرہ کو تھرموس بنا دیا۔ جس میں کھانا جوں کا توں رہا اور باقی کرۂ ارض میں کوئی تبدیلی نہ فرمائی۔ جس کے اثر سے گوشت پوست تک مٹی ہو گئے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر پڑی رہیں۔

غور کا مقام ہے کہ ایک ہی حصۂ زمین پر دو متضاد کیفیات کس طرح نمودار ہوئیں۔ پھر خود نبیؑ کا سو سال تک سوئے رہنا یا مرنے کے بعد زندہ ہونا بظاہر کتنا عجیب ہے۔ لیکن خدا ہر چیز پر قادر ہے بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔ یہی حال دل کا ہے۔ دل کی دنیا بھی آباد اور اجڑتی رہتی ہے خوشی اور غمی، دکھ اور سکھ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر ہر کمال کے بعد زوال ہے تو زوال کے بعد کمال بھی غیر یقینی نہیں۔ بس اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اجڑے دل پھر بسا دیتا ہے۔ کملائے چہرے پھر تازہ فرما دیتا ہے اور اداسی کے بعد پھر دوبارہ تازگی بخش دیتا ہے۔ یہ بھی اس کی سنت ہے۔ پس ہمیں اس کی رحمت سے ہمیشہ پُرامید رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

"اور وہ شخص (عزیر علیہ السلام) جو ایک بستی پر گزرا۔ اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی وہ شخص (حضرت عزیرؑ) بولے اللہ اس بستی کو بربادی کے بعد کس طرح آباد کرے گا پس پھر اللہ نے اس کو موت دے دی۔ اور وہ سو سال تک پڑا رہا۔ پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا۔ اور پوچھا۔ تو کتنی مدت یہاں رہا ہے۔ وہ بولا۔ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یہاں رہا ہوں۔ اللہ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ تو سو برس تک یہاں رہا ہے — پس اپنا کھانا پینا دیکھ وہ بالکل باسی نہیں ہوا۔ اور اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھ تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔ اور ان ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم کس طرح ان کو جوڑتے اور گوشت پوست پہناتے ہیں۔ پس جب یہ سب کچھ خوب ظاہر ہو گیا۔ تو بولا۔ میں مانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(سورہ بقرہ پارہ ۳۔ آیت ۲۵۹)

بزرگوں کے کارنامے

● حضرت جنید بغدادیؒ ایک رات اپنے گھر میں عبادت میں مصروف تھے کہ ایک چور وہاں آ گیا اور گھر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر کوئی چیز ہاتھ نہ آئی — مایوس ہو کر لوٹنے لگا تو حضرت نے آواز دے کر بلایا اور اس کا نام پوچھ کر رخصت کر دیا۔ صبح کو ایک امیر نے حضرت کی خدمت میں ایک سو دینار روانہ کیے۔ آپ نے یہ سو دینار چور کو بھیج دیے اور ساتھ ہی معذرت کی کہ آپ رات کو میرے گھر سے مایوس لوٹ گئے تھے لہٰذا یہ حقیر سا ہدیہ وصول فرمایئے۔ چور یہ دیکھ کر فوراً تائب ہو گیا۔ اور آئندہ کے لیے اس فعل سے احتراز کیا۔

● حضرت ابوالحسن نوریؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہم عصر تھے۔ ایک مرتبہ تمام بغداد میں مشہور ہو گیا کہ آپ بدعتی ہیں۔ خلیفہ وقت نے قاضی کو حکم دیا کہ آپ کے عقائد کا امتحان لے۔ قاضی نے دربار میں بلا کر آپ سے پوچھا۔ اگر کسی شخص کے پاس بیس روپے ہوں تو وہ کتنی زکوٰۃ دے۔ آپ نے جواب دیا ساڑھے بیس روپے۔ قاضی نے پوچھا۔ وہ کیسے؟ آپ نے جواباً کہا — حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت یہی ہے کہ گھر میں اللہ کے نام کے سوا کچھ نہ چھوڑا جائے۔ قاضی نے ساڑھے بیس روپے کی وضاحت چاہی تو آپ نے جواب دیا کہ آٹھ آنے جرمانہ ہے کہ بیس روپے کیوں جمع رکھے گئے۔

● خلیفہ مکتفی باللہ نے حضرت جنیدؒ کو دربار میں بلا کر نہایت عزت و تکریم کی اور پھر پوچھا کہ اپنی کوئی خواہش بیان فرمایئے کہ میں پوری کر سکوں۔ آپ نے کہا۔ صرف یہ خواہش ہے کہ آپ مجھے بھول جائیں اور پھر کبھی یاد نہ کریں۔

● حضرت جنیدؒ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ دل کب خوش ہوتا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ جب اللہ دل میں بس جائے۔

بقیہ: مطبوعات جدیدہ

ہے — کیونکہ اس میں "اگر یہ" زائد اور حشو ہے۔ اور "ممکن ہو سکتا" صریحاً غلط ہے۔ اس کی صحیح صورتیں دو ہیں (۱) ممکن ہوتا تو (۲) ہو سکتا تو — بہر صورت معیاری، عمدہ اور مہنگی کتابیں پڑھنے والے شائقین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

★

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۰۴۳

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C ۰ B ۰ T ۲۳۲ - ۲۴۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۶۷ ۲۶-۲۷-۹ D.O مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ G.M/۴۰ - ۲۱۰ - ۵ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء

غور و فکر

اشفاق احمد بی اے شیخوپورہ

۱- ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کہانی سنائی کہ ایک شخص کے تین دوست تھے وہ مرنے لگا تو ایک دوست کو بلا کر پوچھا اس مشکل وقت میں تم میری کیا مدد کر سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں عمر بھر آپ کی خدمت کرتا رہا لیکن اب بالکل بے بس ہوں اور موت کو کسی طرح روک نہیں سکتا۔ پھر دوسرے دوست کو طلب کیا وہ کہنے لگا میں اس مشکل وقت میں صرف اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ مرنے کے بعد آپ کو نہلاؤں، اچھا کفن پہناؤں، خوشبو میں بساؤں، جنازہ اٹھواؤں، کسی عمدہ جگہ قبر کھدواؤں اور دفنانے کے بعد قبر پر پھول چڑھا کر واپس آ جاؤں۔ اس کے بعد تیسرے کو بلایا وہ کہنے لگا کہ آپ فکر نہ کریں۔ میں موت کے بعد بھی آپ کا ساتھ دوں گا۔ قبر میں آپ کے ہمراہ جاؤں گا۔ اور جب آپ قیامت کے دن قبر سے نکلیں گے تو میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔ پہلے دوست کا نام مال، دوسرے دوست کا عیال اور تیسرے دوست کا اعمال ہے۔

۲- کسی شخص نے مشہور صوفی ابراہیم بن ادھمؒ سے کہا یا ابا اسحٰق! میری انتہائی آرزو ہے کہ آپ مجھ سے یہ جبہ بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ انہوں نے کہا اگر تم امیر کبیر شخص ہو تو جبہ قبول کروں گا اور اگر فقیر و بے نوا ہو تو معذرت طلب کرتا ہوں وہ شخص کہنے لگا کہ یقیناً میں دولت مند ہوں۔ ابن ادھمؒ بولے تمہارے پاس کتنی دولت ہے اس شخص نے جواب دیا۔ دو ہزار دینار، انہوں نے کہا کہ تم یقیناً پسند کرو گے کہ وہ چار ہزار ہو جائیں اس نے جواب دیا ہاں میری تمنا ہے کہ ایسا ہو جائے ابراہیم بن ادھم نے کہا تو پھر تم فقیر و محتاج ہو میں تمہارا ہدیہ قبول نہیں کر سکتا۔"

۳- سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے مرتے وقت فرمایا "اس گھاؤ دار پٹے کو شہر کی گلیوں میں پھرایا جائے اور منادی کرائی جائے" کہ فاتح مشرق طاقت ور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا انجام دیکھو، عبرت حاصل کرو۔"

۴- ایک مرتبہ بیت المال کے سیب آئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے آپ کا ایک چھوٹا بچہ سیب اٹھا کر کھانے لگا۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور وہ رونے لگا اور جا کر ماں سے شکایت کی ماں نے بازار سے سیب منگوا دیئے۔ عمر بن عبدالعزیز گھر آئے تو انہیں سیب کی خوشبو معلوم ہوئی۔ پوچھا فاطمہ کوئی سرکاری سیب تو تمہارے پاس نہیں آیا۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا۔ بلکہ اپنے دل سے چھینا تھا۔ لیکن مجھے یہ پسند نہیں تھا کہ میں مسلمانوں کے حصے کے ایک سیب کے بدلے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے نفس کو برباد کروں۔

۵- کسی شخص نے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے خلاف مقدمہ دائر کیا جس مقام پر مقدمہ دائر کیا گیا، صلاح الدین ایوبی وہاں سے سینکڑوں میل دور تھا۔ قاضی نے سلطان کو اپنی عدالت میں طلب کیا۔ سلطان منزلیں طے کرتا ہوا عدالت میں حاضر ہوا قاضی نے فریقین کی باتیں سنیں اور فیصلہ صلاح الدین ایوبی کے خلاف سنایا۔ مدعا علیہ اپنے خلاف فیصلہ سننے کے بعد خوشی سے کھل اٹھا اور اپنا چوغہ اتارتے ہوئے قاضی سے مخاطب ہوا اے قاضی! اگر تم فیصلہ میرے حق میں کر دیتے تو اس تلوار سے جو میرے چوغے کے اندر چھپائی ہوئی تھی تمہاری گردن اڑا دیتا۔ قاضی نے یہ سن کر فرش کا ایک کنارہ اٹھایا اور بلا خوف و خطر کہا: "اگر تم عدالت کے فیصلے کے خلاف سرتابی کرتے تو اس درّے سے تمہارا بدن لہولہان ہو چکا ہوتا۔"

۶- امام ابو علی البلخیؒ جب عسقلان میں تھے تو خرچ سے اس قدر تنگ ہوئے کہ کئی فاقوں کی نوبت پہنچی اور ضعف نے بیٹھنے سے مجبور کر دیا جب بھوک کی اذیت برداشت نہ ہو سکی تو نانبائی کی دکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو ہی سے کچھ تقویت طبیعت کو پہنچا لیں۔

۷- حضرت عمر فاروقؓ کو یہ ڈر تھا کہ ان کے عزیز و اقارب ان کی وفات کے بعد تجہیز و تکفین میں غلو سے کام لیں گے اس لیے وصیت کر دی کہ نہ انہیں مشک سے نہلایا جائے اور نہ مشک ان کے قریب لایا جائے۔ اپنے بیٹے سے فرمایا مجھے اوسط درجے کا کفن دیا جائے۔ کیونکہ اگر اللہ کے نزدیک مجھ میں کوئی بھلائی ہو گی تو وہ اسے اچھے لباس سے بدل دے گا اگر میں اس کے برعکس ہوا تو وہ مجھ سے چھین لے گا۔ میری قبر بھی معمولی ہونی چاہیے۔ عورتیں میرے جنازے کے ساتھ نہ چلیں اور میری تعریف میں وہ باتیں نہ کہی جائیں جو مجھ میں نہیں اس لیے کہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جب میرا جنازہ لے کر نکلو گے تو تیز تیز قدم چلنا کیونکہ اگر مجھ میں اللہ کے نزدیک کوئی بھلائی ہے تو تم مجھے اس جگہ جلد پہنچاؤ گے جو میرے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر میں اس کے برعکس ہوں تو تم اپنے کندھوں پر سے وہ برائی جلد اتار پھینکو گے جو تم اٹھائے ہوئے ہو۔

۸- حضرت ابو ذر غفاریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور معاشی مساوات کے علمبردار تھے۔ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ٹوٹی ہوئی آواز میں دنیا والوں کو اس آخری فقرے سے خطاب فرمایا: "قبلہ کی طرف میرا رخ کر دیجیے تاکہ مرتے وقت بھی میرا منہ محبوب خدا کی طرف ہو۔"

۹- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام کاری نہ کی ہو، عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں ہمیشہ باجماعت نماز میں پہلی تکبیر سے شریک رہا ہو۔" یہ خوبیاں سلطان شمس الدین التمشؒ میں بدرجہ اتم موجود تھیں چنانچہ انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۱۰- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو پئیں گے تو شراب، لیکن اس کا نام کچھ اور رکھیں گے۔

(نسائی شریف)

۱۱- مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ایک دفعہ میں گنگوہ حاضر ہوا میں تو حضرت گنگوہیؒ سے مسئلہ پوچھ رہا تھا ایک آدمی آیا اور حضرت کے سامنے آپ کی تعریف کرنے لگا حضرت نے سنا، کچھ سنا اور پھر میٹھی مٹی کی بھر کر اس کے منہ پہ مار دی۔ حدیث میں آتا ہے جو تمہارے منہ پہ تعریف کرے اس کے منہ پہ مٹی ڈال دو۔"

۱۲- اگر روٹی کا ایک ٹکڑا اور معمولی کپڑا امن و عافیت سے ملتا ہے تو اس عیش سے بہتر ہے جس کے بعد ندامت اٹھانی پڑے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

۱۳- کسی انسان کو بادشاہوں کے آگے احمد بن حنبلؒ سے بڑھ کر بارعب نہیں پایا گیا۔ عمال حکومت آپ کی نظر میں مکھی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔

۱۴- حضرت امام شافعیؒ کی والدہ کو ایک مرد اور ایک عورت کے ساتھ گواہی دینے کے لیے عدالت میں جانا پڑا۔ قاضی نے دونوں عورتوں کا بیان الگ الگ لینا چاہا۔ مگر امام شافعیؒ کی والدہ نے الگ بیان دینے سے انکار کر دیا اور کہا: قرآن نے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر اس لیے قرار دی کہ اگر ایک عورت صورت واقعہ کو بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ قاضی نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔

خدام الدین میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں

مولانا ابو الکلام آزادؒ نے
برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے بارے میں
کیا کہا تھا؟
ایک اہم تاریخی کتاب جو مولانا کے یوم وفات
۲۲ فروری پر شائع ہوئی ہے
پہلی بار اہم حقائق کا انکشاف
مرتب: ڈاکٹر احمد حسین کمال
بہترین طباعت، عمدہ کتابت قیمت ۱۲ روپے
جمعیۃ اکادمی، بی ۱۵۲ کورنگی نمبر ۳۱ کراچی ۳۱

عبیداللہ انور پبلشر نے باہتمام شیر وزیر منتظم چھپوا کر دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا